قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

# الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

بدھ 14 جولائی 2021ء | 03 ذوالحج 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:166

## ارشاد باری تعالیٰ

اَلۡحَجُّ اَشۡہُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِیۡہِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوۡقَ ۙ وَ لَا جِدَالَ فِی الۡحَجِّ ؕ وَ مَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یَّعۡلَمۡہُ اللّٰہُ ؕؔ وَ تَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوۡنِ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۸﴾

(البقرہ: 198)

ترجمہ: حج چند معلوم مہینوں میں ہوتا ہے۔ پس جس نے ان (مہینوں) میں حج کا عزم کر لیا تو حج کے دوران کسی قسم کی شہوانی بات اور بدکرداری اور جھگڑا (جائز) نہیں ہوگا۔ اور جو نیکی بھی تم کرو اللہ اسے جان لے گا۔ اور زادِ سفر جمع کرتے رہو۔ پس یقیناً سب سے اچھا زادِ سفر تقویٰ ہی ہے۔ اور مجھ ہی سے ڈرو اے عقل والو۔

## فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھ کر ان الفاظ میں تلبیہ کرتے ہوئے سنا:

لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ

(بخاری کتاب الحج باب التلبیہ)

ترجمہ: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ تمام تعریف اور فضل اور انعام تیرے ہی ہیں۔ اور بادشاہت بھی تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی اونٹنی پر تشریف فرما ہو کر اپنی انگلی کے اشارے سے فرماتے:

اے اللہ! تُو ہی سفر میں اصل ساتھی ہے اور تو ہی گھر والوں میں اصل جانشین ہے۔ اے اللہ اپنی خیر خواہی کے ساتھ تو ہمیں لے کر جا اور ہمیں اپنی حفاظت میں ہی واپس لانا۔ اے اللہ! ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے اور اس سفر کو ہمارے لئے آسان کر دے۔ اے اللہ! مَیں سفر کی تکلیف اور مشقت سے اور سفر سے رنج اور غم کے ساتھ لوٹنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(سنن الترمذی کتاب الدعوات باب مایقول اذا خرج مسافراً۔ حدیث نمبر 3438)

## فرمان خلیفہ وقت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی (البقرہ: 198) زادِ راہ ساتھ لو اور بہترین زادہ راہ تقویٰ ہے۔ قرآن کریم کے یہ الفاظ اس آیت میں ہیں جس میں حج کے حوالے سے بات کی گئی ہے کہ جب اس رکن اسلام کی ادائیگی کے لئے نکلو تو پھر ہمیشہ یاد رکھو کہ حقیقی مومن وہی ہے جو ہر قسم کی نفسانی بیماریوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے، نیکیوں پر قدم مارتے ہوئے، اس پاک فریضے کو سرانجام دینے کے لئے گھر سے نکلتا اور کوشش کرتا ہے۔ اور جو سفر کا سامان تم ساتھ لے کر نکلو، جو عمل تمہارے ہوں اس میں تقویٰ ہو گا تو حج بھی قبولیت کا درجہ پائے گا۔ لیکن یہ مومن کے لئے ایک عمومی حکم بھی ہے کہ ہمیشہ یاد رکھو کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ مومنوں کے سفر اعلیٰ ترین نیکیاں کمانے کے مقصد کے لئے ہوں یا عام سفر۔ ہر صورت میں یاد رکھو کہ سفر وہی اللہ تعالیٰ کی برکات کا حامل بنائے گا جس میں تقویٰ مدنظر ہو گا، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے نیک اعمال کی بجاآوری کی کوشش مدنظر ہو گی۔

پس اگر سفروں سے برکات حاصل کرنی ہیں تو تقویٰ بنیادی شرط ہے۔ اسے ہر وقت مومن کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اگر یہ مدنظر رہے گا تو دنیاوی فائدوں کے حصول کے لئے بھی جو سفر ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بن جائیں گے۔ پس یہی سفر ہیں جو مومن کی شان ہیں اور ہونے چاہئیں۔ جب ایک مسلمان زادِ راہ کو حقیقت میں اپنے ساتھ رکھتا ہے یعنی تقویٰ کی زادِ راہ کو تو پھر وہ مومنین کی اس صف میں کھڑا ہو جاتا ہے جن کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سچے مومن ہونے کی بشارت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ النَّاہُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰہِ ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (التوبہ: 112) کہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، خدا کی راہ میں سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، بری باتوں سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، سب سچے مومن ہیں اور تو مومنوں کو بشارت دے دے۔

(خطبۂ جمعہ بیان فرمودہ 11 اپریل 2008ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

## حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حج بیت اللہ کے لئے دعا

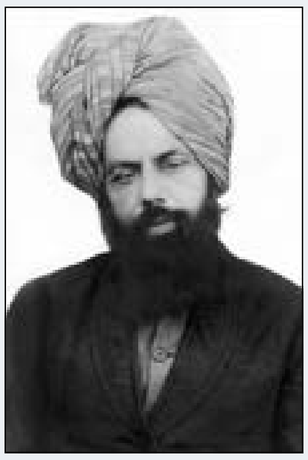

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت صوفی منشی احمد جان صاحبؓ کو حج بیت اللہ پر جاتے ہوئے اپنی طرف سے حسب ذیل دعا کرنے کی تحریک ایک مکتوب میں فرمائی۔

’’اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ میسر ہو تو اس مقام محمود میں اس احقر عباداللہ کی طرف سے انہیں لفظوں میں مسکنت و غربت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گزارش کریں کہ:

اے اَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡنَ! ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ، پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ اَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡنَ! تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیئات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اٹھا۔ اے اَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡنَ! جس کام کی اشاعت کے لیے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لیے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظل حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفّل اور متولّی ہو جا اور سب کو اپنی دارالرضا میں پہنچا۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یَا رَبَّ الۡعَالَمِیۡنَ۔‘‘

یہ دعا ہے جس کے لئے آپ پر فرض ہے کہ انہی الفاظ سے بلا تبدل و تغیر بیت اللہ میں حضرت اَرۡحَمُ الرَّاحِمِیۡنَ میں اس عاجز کی طرف سے کریں۔

والسلام خاکسار غلام احمد 1303ھ

(مکتوبات احمد جلد سوم صفحہ 27-28 جدید ایڈیشن)

اس شمارہ میں

- لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں (منظوم)
- حج بیت اللہ اور اس سے متعلق دعائیں
- صاحب استطاعت پر حج کرنا فرض ہے
- حج اور اس کا فلسفہ

## دربارِ خلافت

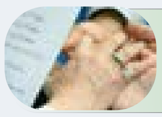

### ہمارے مذہب کا خلاصہ ... کلمہ طیبہ ... تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن سے ثابت، سب پر ایمان ... صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج ... خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

مزید وضاحت سے اپنے عقیدے اور عملی حالت کی حقیقت کے معیار کے بارے میں جماعت کو بھی توجہ دلاتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’ہمارے مذہب کا خلاصہ‘‘ (کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے؟ اس میں عقیدے کی بھی وضاحت ہو جائے گی اور اس عقیدے کے ساتھ جو ہمارے عمل وابستہ ہیں اُن کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔) فرماتے ہیں ’’ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب یہ ہے کہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالَم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجُز اقتدا اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔ اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیلِ منازل سلوک کر چکے ہیں اُن کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں اور اُن میں بعض ایسے جُزئی فضائل ہیں جو اَب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 169-170)

بقیہ صفحہ 4 پر

## لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

وہ جو تیرے فقیر ہوتے ہیں
آدمی بے نظیر ہوتے ہیں
دیکھنے والا اک نہیں ملتا
آنکھ والے کثیر ہوتے ہیں
جن کو دولت حقیر لگتی ہے
اف! وہ کتنے امیر ہوتے ہیں
جن کو قدرت نے حسن بخشا ہو
قدرتاً کچھ شریر ہوتے ہیں
زندگی کے حسین ترکش میں
کتنے بے رحم تیر ہوتے ہیں
وہ پرندے جو آنکھ رکھتے ہیں
سب سے پہلے اسیر ہوتے ہیں
پھول دامن میں چند رکھ لیجے
راستے میں فقیر ہوتے ہیں
ہے خوشی بھی عجیب شے لیکن
غم بڑے دل پذیر ہوتے ہیں
اے عدمؔ احتیاط لوگوں سے
لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

عبد الحمید عدم

## آج کی دعا

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنِّی الْحَزَنَ وَاَعْطَانِیْ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَالَمِیْنَ

(تذکرہ صفحہ نمبر 150)

ترجمہ: اس خدا تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے میرا غم دور کیا اور مجھ کو وہ چیز دی جو اس زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی۔

یہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی غم سے نجات پانے اور خدا کی طرف سے نعمتوں کے شکرانے کی الہامی دعا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

’’چونکہ میں حق پر ہوں اور دیکھتا ہوں کہ خدا میرے ساتھ ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اس لئے میں بڑے اطمینان اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر میری ساری قوم کیا پنجاب کے رہنے والے اور کیا ہندوستان کے باشندے اور کیا عرب کے مسلمان اور کیا روم اور فارس کے کلمہ گو اور کیا افریقہ اور دیگر بلاد کے اہلِ اسلام اور ان کے علماء اور ان کے فقراء اور ان کے مشائخ اور ان کے صلحاء اور ان کے مرد اور ان کی عورتیں مجھے کاذب خیال کر کے پھر میرے مقابلہ پر دیکھنا چاہیں کہ قبولیت کے نشان مجھ میں ہیں یا ان میں۔ اور آسمانی دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔ اور وہ محبوبِ حقیقی اپنی خاص عنایات اور اپنے علوم لدنیہ اور معارف روحانیہ کے القاء کی وجہ سے میرے ساتھ ہے یا ان کے ساتھ۔ تو بہت جلد ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ خاص فضل اور خاص رحمت جس سے دل مورد فیوض کیا جاتا ہے اسی عاجز پر اس کی قوم سے زیادہ ہے۔ کوئی شخص اس بیان کو تکبر کے رنگ میں نہ سمجھے۔ بلکہ یہ تحدیث نعمت کی قسم میں سے ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اسی کی طرف اشارہ ان الہامات میں ہے قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنِّی الْحَزَنَ وَاَعْطَانِیْ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَالَمِیْنَ سے مراد زمانہ حال کے لوگ یا آئندہ زمانہ کے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 478تا479)

اداریہ

# حج بیت اللہ اور اس سے متعلق دعائیں

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن حج کی ادائیگی ہے جو سال میں عربی مہینے ذوالحجہ میں ادا کی جاتی ہے۔ دنیا بھر سے صاحب استطاعت احمدی حج کی توفیق پاتے ھیں اور امسال بھی پائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ ان کی آسانی اور رہنمائی کے لئے اس آرٹیکل میں حج سے متعلقہ دعائیں دی جا رہی ہیں۔ اس سے ہم احمدی احباب بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

## احرام کی دعا تلبیہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھ کر ان الفاظ میں تلبیہ کرتے ہوئے سنا:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

( بخاری کتاب الحج باب التلبیہ )

ترجمہ: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ تمام تعریف اور فضل اور انعام تیرے ہی ہیں۔ اور بادشاہت بھی تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

## رؤیت بیت اللہ کی دعا

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ جب بیت اللہ پر نظر فرماتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا وَّبِرًّا وَّمَصَابَةً وَّزِدْ مَنْ شَرَفَهٗ وَعَظَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ وَ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّبِرًّا وَّمَصَابَةً

(معجم الاوسط لطبرانی جلد 6 صفحہ 183)

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ! اپنے اس گھر (بیت اللہ) کو بزرگی، عظمت و عزت، نیکی اور رعب میں زیادہ کر۔ اور حج و عمرہ کرنے والوں میں سے جو اس کی تقدیس اور تعظیم کرے اسے بھی عظمت و شرف اور نیکی اور رعب میں بڑھا۔

## طواف بیت اللہ کی دعا

حضرت عبداللہ بن سائبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف بیت اللہ کے دوران یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

(ابو داود کتاب المناسک باب الدعاء فی الطواف)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھی کامیابی دے اور آخرت میں بھی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (مزدلفہ میں بھی یہی دعا پڑھنے کا ذکر ملتا ہے)

## سعی صفا و مروہ کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے اکیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 10 صفحہ 367)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج کے دوران کوہ صفا پر چڑھے جب آپ کو بیت اللہ نظر آنے لگا تو آپؐ نے تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہت اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دیگر روایات میں میدان عرفات میں بھی یہی کلمات پڑھنے کا ذکر ہے۔

## کوہ صفا پر دعا

حضرت عمرؓ نے حج کرتے ہوئے کوہِ صفا پر یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ( اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَوَاِنِّيْ اَسْاَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْإِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَهٗ مِنِّيْ حَتّٰى تَتَوَفَّانِيْ وَاَنَا مُسْلِمٌ

(موطا کتاب الحج باب البلاء بالصفافی المشی)

ترجمہ: اے اللہ! تو نے خود (قرآن میں) یہ فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا تو تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا پس میں تجھ سے (اس وعدے کا واسطہ دے کر) دعا کرتا ہوں کہ یہ جو اسلام کی طرف مجھے ہدایت فرمائی ہے اس نعمت کو مجھ سے واپس نہ لے لینا۔ یہاں تک کہ مجھے موت بھی اس حال میں دینا کہ میں مسلمان ہوں۔

## میدان عرفات میں تضرع اور ابتہال سے بھری دعا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریمؐ نے عرفات کی شام یہ دعا کی تھی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِيْ وَتَرٰى مَكَانِيْ وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ لَايَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ اَنَا الْبَآئِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنَ وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَ اَدْعُوْكَ دُعَآءَ الْخَآئِفِ الضَّرِيْرِ مَنْ خَشَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَيْنَاهُ وَذَلَّ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ اَنْفُهٗ لَكَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَآئِكَ شَقِيًّا وَّكُنْ بِيْ رَءُوْفاً رَّحِيْماً يَّا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَاخَيْرَ الْمُعْطِيْنَ

( مجمع الزوائد دار ہیثمی جلد 3 صفحہ 560۔ المعجم الکبیر للطبرانی جلد 11 صفحہ 147)

ترجمہ: اے اللہ! تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرے معاملے میں سے کچھ بھی تو تجھ پر مخفی نہیں ہے۔ میں ایک بدحال فقیر اور محتاج (ہی تو) ہوں، (تیری) مدد اور پناہ کا طالب، انتہائی سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور اعتراف کرنے والا۔ میں تجھ سے ایک بے سہارا کی طرح سوال کرتا ہوں (ہاں!) تیرے حضور میں ایک ذلیل گناہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھا بینے کی طرح (ٹھوکروں سے) خوفزدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ جس کی گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ اور جسم نے تیرے لئے ذلت اختیار کی ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور مجھ پر مہربانی کرنے والا اور رحم کرنے والا ہو جا۔ اے سوال کیے جانے والوں میں سے بہتر اور اے عطا کرنے والوں میں سے بڑھ کر!

## یوم النحر کی دعا

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے یوم النحر (10 ذوالحجہ قربانی کے دن) میں رسول اللہ کو قرن الثعالب مقام پر کھڑے دیکھا۔ آپؐ یہ دعا پڑھ رہے تھے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ فَاكْفِنِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طُرْفَةَ عَيْنٍ

(کتاب الدعاء للطبرانی جلد 2 صفحہ 1209)

ترجمہ: اے زندہ! اے قائم رہنے والے! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تیری رحمت کے ساتھ تیری مدد مانگتا ہوں میرے سب حال کے لیے تو خود ہی کافی ہو جا اور مجھے ایک لحمہ کے لیے بھی اپنے نفس کے حوالہ نہ کرنا۔

## رمی جمار کے وقت دعا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ رمی جمار کے وقت ہر کنکر مارنے کے ساتھ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے اور یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا

(کتاب الدعاء للطبرانی جلد 2 صفحہ 1209)

ترجمہ: اے اللہ! اس حج کو مقبول بنانا اور گناہوں کو بخش دینا۔

## حج بیت اللہ کرنے والوں کے حق میں دعا

حضرت ابوہریرہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا حاج کے حق میں بیان کی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَآجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَآجُّ

(مستدرک حاکم جلد 1 صفحہ 441)

ترجمہ: اے اللہ! حاجیوں کو بھی بخش دے اور ان کو بھی جن کے لئے حاجیوں نے بخشش مانگی ہے۔

## بیت اللہ سے واپسی پر دعا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ (قناعت اور رزق میں برکت کی) یہ دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ کے نزدیک بیت اللہ کو الوداع کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَارَزَقْتَنِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاخْلُفْ علٰی کُلِّ غَآئِبَةٍلِّیْ بِخَیْرٍ

(مستدرک حاکم کتاب التفسیر جلد 2 صفحہ 356)

ترجمہ: اے اللہ! جو تو نے مجھے عطا کیا ہے اس پر مجھے قانع کر دے اور اس میں میرے لئے برکت ڈال دے اور وہ چیز بھی جو مجھے حاصل نہیں ہے ان میں میرے لیے بہتر قائم مقامی فرما۔

## خانہ کعبہ میں جانے والی دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک رفیق حضرت صوفی منشی احمد جان صاحب کو حج بیت اللہ پر جاتے ہوئے اپنی طرف سے حسب ذیل دعا کرنے کی تحریک ایک مکتوب میں فرمائی۔

’’اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالی میسر ہو تو اس مقام محمود مبارک میں اس احقر عباداللہ کی طرف سے انہیں لفظوں میں مسکنت و غربت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گزارش کریں کہ:

اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیئات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اٹھا۔ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! جس کام کی اشاعت کے لیے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لیے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظل حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا اور سب کو اپنی دارالرضا میں پہنچا۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔‘‘

یہ دعا ہے جس کے لئے آپ پر فرض ہے کہ ان ہی الفاظ سے بلا تبدل وتغیر بیت اللہ میں حضرت اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ میں اس عاجز کی طرف سے کریں۔

والسلام خاکسار غلام احمد 1303ھ

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ 17 تا 18۔ مکتوبات امام ہمام قلمی جلد اول صفحہ 61۔1892ء)

(یہ تمام مواد خزینہ الدعا از حافظ مظفر احمد سے لیا گیا ھے۔)

(ابو سعید)

---

### بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

یعنی وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہیں اُن کے بعض فضائل ایسے ہیں جو اَب نہیں مل سکتے۔ انہوں نے دیکھا، وہ آپؐ کی صحبت میں رہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

’’جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر ’’حَسْبُنَاكِتَابُ اللہ‘‘ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو‘‘ (یعنی آپس میں اختلاف ہو) ’’قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں‘‘۔ (حدیث پر قرآن کو ترجیح ہے۔) فرماتے ہیں’’ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعتِ اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے‘‘ (یعنی اپنی مرضی سے جہاں ضروری ہو بدل لے، حلال حرام کے بارہ میں اپنے فیصلے کرنا شروع کر دے) ’’وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلفِ صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے‘‘۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 323)

پھر اس عقیدے کا اظہار فرماتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شے فانی ہے آپ نے واضح فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک انسان تھے، نبی اللہ تھے اور اس لحاظ سے اُن کی بھی ایک عمر کے بعد وفات ہو گئی۔ ہاں صلیبی موت سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو بچا لیا اور صلیب کے زخموں سے صحت یاب فرمایا اور پھر انہوں نے ہجرت کی اور کشمیر میں آپ کی وفات ہوئی۔ بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات پانے کے عقیدے کے بارے میں آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ’’مَیں حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ اور داخل موتیٰ ایماناً و یقیناً جانتا ہوں اور ان کے مر جانے پر یقین رکھتا ہوں۔ اور کیوں یقین نہ رکھوں جب کہ میرا مولیٰ، میرا آقا اپنی کتاب عزیز اور قرآن کریم میں ان کو متوفّیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور سارے قرآن میں ایک دفعہ بھی ان کی خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں بلکہ ان کو صرف فوت شدہ کہہ کر پھر چُپ ہو گیا۔ لہٰذا اُن کا زندہ بجسدہٖ العنصری ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کی رُو سے خلاف واقعہ سمجھتا ہوں بلکہ اس خیال حیاتِ مسیح کو نصوص بیّنہ قطعیہ یقینیہ قرآن کریم کی رو سے لغو اور باطل جانتا ہوں‘‘۔

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 315)

یعنی قرآنِ کریم کی جو بڑی یقینی اور قطعی اور کھلی کھلی آیات ہیں، اُن کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام کو فوت شدہ سمجھتا ہوں اور اُن کی حیات کے خیال کو لغو اور باطل سمجھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اعتقادی لحاظ سے تم میں اور دوسرے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ارکانِ اسلام کو ماننے کا اُن کا بھی دعویٰ ہے، تمہارا بھی ہے۔ ایمان کے جتنے رُکن ہیں، جس طرح ایک احمدی اُن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے، دوسرے بھی منہ سے یہی دعویٰ کرتے ہیں، بلکہ یہاں تک ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد ایک طبقہ حضرت عیسیٰ کی وفات پر یقین کرنے لگ گیا ہے۔ پھر خونی مہدی کا جو نظریہ تھا کہ مہدی آئے گا اور قتل کرے گا اور اصلاح کرے گا، اُس کے بارے میں بھی نظریات بدل گئے ہیں۔ ...اُن میں آپ نے یہاں تک فرمایا کہ ہندوستان میں پڑھے لکھے لوگوں میں سے شاید دس میں سے ایک بھی نہ ملے جو حیاتِ مسیح کا قائل ہو۔

(ماخوذ از خطبات محمود، جلد 17 صفحہ 317 خطبہ جمعہ 22 مئی 1936)

اسی طرح قرآنِ کریم کی آیات کی منسوخی کا جہاں تک سوال ہے عموماً اب اس میں ناسخ و منسوخ کا ذکر نہیں کیا جاتا، وہ شدت نہیں پائی جاتی جو پہلے تھی۔

(ماخوذ از خطبات محمود، جلد 17 صفحہ 318 خطبہ جمعہ 22 مئی 1936)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی ثابت فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد بعض عقائد پر دوسرے مسلمان جو بڑی شدت رکھتے تھے، وہ بھی اب دفاعی حالت میں آ گئے ہیں، وہ شدت کم ہو گئی ہے، یا مانتے ہیں یا خاموش ہو جاتے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود، جلد 17 صفحہ 329 خطبہ جمعہ 29 مئی 1936)

(خطبہ جمعہ 30/ مارچ 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

# صاحب استطاعت پر حج کرنا فرض ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا

(آل عمران: 98)

ترجمہ: اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ (اس کے) گھر کا حج کریں (یعنی) جو بھی اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

محبت کی حالت کے اظہار کے لئے حج رکھا ہے۔ خوف کے جس قدر ارکان ہیں وہ نماز کے ارکان سے بخوبی واضح ہیں کہ کس قدر تذلل اور اقرارِ عبودیت اس میں موجود ہے اور حج میں محبت کے سارے ارکان پائے جاتے ہیں بعض وقت شدتِ محبت میں کپڑے کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ عشق بھی ایک جنون ہوتا ہے کپڑے کو سنوار کر رکھنا یہ عشق میں نہیں رہتا۔ سیالکوٹ میں ایک عورت درزی پر عاشق تھی اسے بہتیرا پکڑ کر رکھتے تھے وہ کپڑے پھاڑ کر چلی آتی تھی۔ غرض یہ نمونہ جو انتہائے محبت کا لباس میں ہوتا ہے وہ حج میں موجود ہے۔ سر منڈایا جاتا ہے، دوڑتے ہیں محبت کا بوسہ رہ گیا وہ بھی ہے جو خدا کی ساری شریعتوں میں تصویری زبان میں چلا آیا ہے۔ پھر قربانی میں بھی کمال عشق دکھایا ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2صفحہ 133)

اس اعتراض کے جواب میں کہ آپؑ نے باوجود مقدرت کے حج نہیں کیا فرمایا:

حج کا مانع صرف زادِ راہ نہیں اور بہت سے امور ہیں جو عند اللہ حج نہ کرنے کے لئے عذر صحیح ہیں چنانچہ ان میں سے صحت کی حالت میں کچھ نقصان ہونا ہے۔ اور نیز ان میں سے وہ صورت ہے کہ جب راہ میں یا خود مکہ میں امن کی صورت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا۔ عجیب حالت ہے کہ ایک طرف بداندیش مکہ سے فتویٰ لاتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے اور پھر کہتے ہیں کہ حج کے لئے جاؤ اور خود جانتے ہیں کہ جب کہ مکہ والوں نے کفر کا فتویٰ دے دیا تو اب مکہ فتنہ سے خالی نہیں اور خدا فرماتا ہے کہ جہاں فتنہ ہو اس جگہ جانے سے پرہیز کرو۔ سو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسا اعتراض ہے۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ فتنہ کے دنوں میں آنحضرت ﷺ نے کبھی حج نہیں کیا اور حدیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ فتنہ کے مقامات میں جانے سے پرہیز کرو۔ یہ کس قسم کی شرارت ہے کہ مکہ والوں میں ہمارا کفر مشہور کرنا اور پھر بار بار حج کے بارے میں اعتراض کرنا۔ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ۔ ذرہ سوچنا چاہئے کہ ہمارے حج کی ان لوگوں کو کیوں فکر پڑ گئی۔ کیا اس میں بجز اس بات کے کوئی اور بھید بھی ہے کہ میری نسبت ان کے دل میں یہ منصوبہ ہے کہ یہ مکہ کو جائیں اور پھر چند اَشۡرَارُ النَّاس پیچھے سے مکہ میں پہنچ جائیں اور شور قیامت ڈال دیں کہ یہ کافر ہے اسے قتل کرنا چاہئے۔

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد14صفحہ 415)

نیز فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَۃِ پس ہم گنہگار ہونگے اگر دیدہ دانستہ تَھۡلُکَۃ کی طرف قدم اٹھائیں گے اور حج کو جائیں گے۔ اور خدا کے حکم کے برخلاف قدم اٹھانا معصیت ہے۔ حج کرنا مشروط بشرائط ہے مگر فتنہ اور تَھۡلُکَۃ سے بچنے کے لئے قطعی حکم ہے جس کے ساتھ کوئی شرط نہیں۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد14صفحہ 415-416)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

حج کے اعمال کبر و بڑائی کے سخت دشمن ہیں زیب و زینت کو ترک کرنا غرباء کے ساتھ ننگے سر کوسوں چلنا، دنیا داروں، مستوں عیاشوں کو کیسی کیسی ہمت بڑھانے کا موجب ہے۔ غرض حج کیا ہے اسلامیوں کو تجربہ کار اور ہوشیار بنانا ہے۔

(فصل الخطاب جلد2صفحہ 328)

نیز فرمایا:

اسلام نے بغرضِ کمالِ اتحاد اہلِ اسلام تجویز فرمایا کہ سب لوگ سادہ دو چادروں پر اِکتفا کر کے امیر و غریب یکساں سر سے ننگے کُرتے سے الگ سادہ وضع پر ظاہر ہوں تا کہ ان کی یکتائی اور اتحاد کامل درجے پر پہنچے اس حالت کا نام اِحرام ہے.... زیب و زینت کی پہلی سیڑھی حجامت بنوانا ،بال کٹوانا ہے اور اس کی ان ایام میں ممانعت ہے... پھر اس مسجد میں.... ابراھیمی عبادت کی طرح پر ایک عبادت ہے جسے طواف کہتے ہیں۔ پروانہ وار چند بار الٰہی مسجد کے گرد گھومنا.... پھر صفا اور مروہ کے درمیان بیادگار اُمّ اسماعیل، ہاجرہ علیہا السلام چلنا، ہاجرہ کو جب ابراھیمؑ نے یہاں چھوڑا تو انہوں نے ابراھیمؑ سے پوچھا تُو ہمیں کس کے سپرد کرتا ہے تو ابراھیمؑ نے فرمایا خدا کے سپرد اور اُسی کے حکم سے۔ تب ہاجرہؓ نے کہا جاؤ وہ اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہ کرے گا۔۔ آخر پیاس کی شدت میں پانی کی جستجو میں جب یہاں دوڑیں تو خدا نے زمزم سے ان کی امداد کی.... پھر عرفات کے میدان میں جانا ایک ضروری فعل حج کا ہے۔ جہاں نہ کوئی پتھر نہ کوئی درخت صرف الٰہی یاد ہے اور اسی سے دعا.... پھر حلق ہے جس کی وجہ یہ ہے بہت دن سر کھلا رہا گرد و غبار پڑا۔ عام لوگوں کو سامان سر دھونے کا اس سے بہتر کیا ہے کہ سر منڈوا دیں یا بالوں کو کٹوائیں۔..... مقدسہ کتب میں اجتماع کے لئے ترئی اور ناقوس کی ابدی رسم ہے۔ اسلام نے اس کے بدلے کہیں اذان کے لطیف کلمات اور حج میں لَبَّیۡكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡكَ لَبَّیۡكَ لَا شَرِیۡكَ لَكَ لَبَّیۡكَ اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَكَ وَالۡمُلۡكَ لَا شَرِیۡكَ لَكَ۔ حاضر ہوں، حاضر ہوں اے میرے اللہ! میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں بے شک حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

(فصل الخطاب جلد 2 صفحہ 328)

فرمایا:

تَوَجُّہ اِلَی الۡقِبۡلَۃِ سچ ہے شک نہیں۔ سجدہ پرلے درجے کا عجز و نیاز ہے یہ عمدہ فعل ضرور ہے کسی طرح واقع ہو اور کوئی طرف ہو اس میں مخلوق ہونا ضروری ہے اس لئے شارع نے خود ایک جِہَت مقرر کر دی جس میں کئی فائدے ہیں۔

(فصل الخطاب جلد2صفحہ 330)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

پس حج ایک اہم عبادت ہے جو اسلام نے مقرر کی ہے جب کوئی شخص مکہ مکرمہ میں جاتا ہے اور مناسک حج کو پوری طرح بجالاتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ آجاتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنے والے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے جاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد6صفحہ 33)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

سارے ارکانِ حج محبت کے پہلو کو نمایاں کرنے والے ہیں۔ اور جو یاد اس سے وابستہ ہے۔ اس کا تعلق بھی محبت اور عشق سے ہے حضرت ابراہیمؑ کا عشق اپنے پیدا کرنے والے رب سے اور آپ کی محبت اس آنے والے کے لئے (ﷺ) کہ جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی تفصیل سے دی تھی۔

(خطبات ناصر جلد10ص214)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی سنت ہے کہ حج کے دن سے ایک روز قبل نماز عصر کے بعد سے آپ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَ لِلّٰہِ الۡحَمۡدُ کی تسبیحات اونچی آواز میں پڑھا کرتے تھے اور اگلے اڑھائی یوم آپ ہر نماز کے بعد اسی طرح کیا کرتے تھے۔

(خطبات طاہر جلد 1 صفحہ 183)

ہمارے پیارے اِمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مخالفین احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کس کا حج قبول کر رہا ہے، کس کا نہیں۔ حج سے احمدیوں کو روکا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ جن احمدیوں کے دلوں میں حج کرنے کی تڑپ ہے اور نہیں جا سکتے، ان کے حج قبول ہو رہے ہیں یا اس اکثریت کے جو ظلم کر کے پھر حج کرنے چلی جاتی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 11اکتوبر2013ء)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کے لئے حج کے راستے کھولتا چلا جائے۔ آمین

حاصل مطالعہ

# حج اور اس کا فلسفہ

اسلامی مہینہ ذوالحجہ تمام مسلمانوں کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے لئے بھی جو مکہ معظمہ پہنچ کر حج کی توفیق پاتے ہیں اور ان مسلمانوں کے لئے بھی جو مالی استطاعت نہ رکھتے ہوئے یا بعض ذاتی مجبوریوں اور روکوں کی وجہ سے شرائط حج کو پورا نہیں کر پاتے اور اپنی اپنی جگہوں پر رہ کر نماز عید (عید الاضحی) ادا کرتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی اقتداء میں دُنبے، بکرے، چھترے، گائے یا اونٹ کی قربانی کرتے ہیں۔ گویا اسلامی مبارک مہینے ذوالحجہ کو دو اعتبار سے اہمیت حاصل ہے۔

1 حاجیوں کے لئے حج کے مبارک فریضہ کی ادائیگی۔

2 غیر حاجیوں کے لئے عید الاضحی کی ادائیگی ۔

جہاں تک اول الذکر فریضہ کا تعلق ہے یہ مکہ پہنچ کر ادا ہوتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پلوٹھے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے اس پہلے گھر کی از سر نو تعمیر کی جو خانہ کعبہ یا بیت اللہ کہلاتا ہے اور یہی مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے ایک بیٹے سے نوازا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑی بیوی سارا حسد کی وجہ سے انہیں تکلیف دیا کرتی تھی۔ جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہؓ اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ایک بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑ آئے جو مرور زمانہ کی وجہ سے بعد میں ایک عالمی شہر بنا۔ آج ساری دنیا سے لاکھوں مسلمان اس یاد کو تازہ کرنے ذوالحجہ کے اوائل میں پہنچتے ہیں اور اسلامی شعائر کے مطابق حج کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ حج کیسے ادا کیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل میں یہاں جانا مقصود نہیں کیونکہ حج پر جانے والے لوگ خوب اس کا مطالعہ کرتے ہیں ۔حج کا فلسفہ کیا ہے۔ یہ ہمیں کیا سبق دیتا ہے۔ اس کی طرف اکثر حاجی نہ تو توجہ دیتے ہیں اور نہ اس کے بارے میں سوچ پیدا ہوتی ہے اور حج کی طاقت نہ پانے والے لوگ بھی اس کی حکمت سے عاری ہیں۔ قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ حج کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف رکھنے کے مضمون کو باندھ دیا ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیات سے عیاں ہے جس میں حج پر جانے والے لوگوں کو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی حج کی عبادت محض اس غرض کے لئے ہے کہ تمہارے دلوں میں تقویٰ پیدا ہو اور تم ماسوا اللہ سے نظر ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنی ڈھال بنالو۔ اگر حج بیت اللہ یا عمرہ سے کسی کو یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا کوئی مخفی کبر اس کے سامنے آگیا ہے۔ اسے چاہئے کہ خلوت کے کسی گوشہ میں اپنے خدا کے سامنے اپنے ماتھے کو زمین پر رکھے اور جس قدر خلوص بھی اس کے دل میں باقی رہ گیا ہو اس کی مدد سے گریہ وزاری کرے اور خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر کہے کہ اے میرے خدا! لوگوں نے بیج بوئے اور ان کے پھل تیار ہونے لگے وہ خوش ہیں کہ ان کے اور ان کی نسلوں کے فائدے کے لئے روحانی باغ تیار ہو رہے ہیں لیکن اے میرے رب! میں دیکھتا ہوں کہ جو بیج میں نے لگایا تھا اس میں تو کوئی روئیدگی پیدا نہیں ہوئی۔ نا معلوم میرے کبر کا کوئی پرندہ اسے کھا گیا ہے یا میری وحشت کا درندہ اسے پاؤں کے نیچے مسل گیا ہے۔ پس اے میرے خدا! میرے اس ضائع شدہ بیج کو پھر مہیا کر دے اور میری کھوئی ہوئی متاع ایمان مجھے واپس کر اور میں اور میری نسلیں تیری رحمتوں سے وافر حصہ لیں۔

اللہ تعالیٰ اس جگہ پر مومنوں کو بتاتا ہے کہ دیکھو ہر وقت تقویٰ کا زاد اپنے ساتھ لو اس سے بہتر اور کوئی زاد نہیں جو آخرت کے سفر میں تمہارے کام آنے والا ہے اور حج کے ذکر کے ساتھ یہ ذکر لا کر بتایا کہ اب حج سے تمہاری ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ تمہیں اپنے تقویٰ کا پہلے سے بہت زیادہ خیال رکھنا ہوگا۔ جیسے صاف شفاف کپڑوں والا چھوٹے سے چھوٹے داغ اور دھبے سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی دوسرا مقصد ہے جو تقویٰ اور خوف خدا سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی استغفار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا جس کی طرف سورۃ البقرہ کی انہی آیات میں اشارہ ہے جس کا ذکر میں کر آیا ہوں۔ حج کے دوران ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا دراصل استغفار ہی ہے اور دلوں کے زنگ دھونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ مگر آج جب حج کی کارروائی ٹیلی ویژن پر ٹیلی کاسٹ ہو رہی ہوتی ہے تو یہ دیکھ کر حیرانگی ہوتی ہے کہ دوران خطبہ حاجی ہاتھ سے یا رومال ہلا ہلا کر اپنے عزیز و اقارب کو خیریت کا پیغام دے رہے ہوتے ہیں اور آوازیں بھی بلند ہو رہی ہوتی ہیں جبکہ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ خطبہ کے دوران کسی کو بولنے کی اجازت نہیں۔ اگر کسی کو خاموش کروانے کی ضرورت بھی پیش آئے تو ہاتھ کے اشارہ سے اسے چپ کروائے۔

تیسرا بڑا سبق سورۃ البقرہ کی انہی آیات 190 تا 205 میں یہ بیان ہوا ہے کہ ’’اعلیٰ نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے گھروں میں ان کے پچھواڑے سے داخل ہو بلکہ کامل نیک وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور تم اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔‘‘ حج کے ذکر میں یہ نصیحت کرکے دراصل یہ بتانا مقصود ہے کہ کامیابی ہمیشہ ابواب ہی کے ذریعہ آنے سے ہوا کرتی ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے اور دروازوں سے داخل ہونے کی بجائے دیواریں پھاند کر اندر داخل ہونا چاہتے ہو تو تمہیں کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ نے گویا یہ حکم عربوں کے اس دستور کو روکنے کے لئے دیا کہ جب حج کے لئے احرام باندھ لیتے ہیں تو گھر دروازہ سے نہ آتے بلکہ پچھواڑے سے آتے۔ لیکن اس میں بہت باریک حکمت پنہاں ہے۔ اللہ جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں مسلمان مختلف برائیوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور ہر ناجائز کام کو جائز سمجھ کر کریں گے۔ چنانچہ آج کے دور میں بعض لوگ اس لئے حج پر جاتے ہیں کہ ماتھے پر حاجی کا لیبل جھمکے کا کام دے گا تا کہ وہ ہر کام اپنی مرضی سے کرے اور ہر ناجائز کام کو بھی جائز کہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی کہ ہر کام کے لئے صحیح راستے اختیار کرو۔ وہ راستے جن کی نشاندہی قرآن کریم اور سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ نے کی ہے۔

چوتھا سبق حج سے اتحاد و یگانگت کا ملتا ہے جب تمام اطراف سے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک جگہ اکٹھا ہوتے اور اتحاد اور یگانگت کے سبق کو تازہ کرتے ہیں تو اس طرح ان کے آپس کے وہ تفرقے اور شقاق مٹ سکتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو کمزور کر رکھا ہے اور آپس میں اخوت اور محبت کو بڑھانے کے لئے ذی اثر طبقہ کے لوگ مل بیٹھیں اور آپس میں تعاون بڑھانے کے عہد و پیمان کریں اور جس طرح آج دشمنان اسلام مسلمانوں میں تفرقے کی خلیج کو مزید بڑھانے کے لئے ہمہ تن مصروف ہیں۔یہاں مل بیٹھ کر ایسے منصوبے بن سکتے ہیں جو ان کے منصوبوں کا توڑ ہوں مگر افسوس ہے کہ اس غرض سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔

پانچواں مقصد جو تمام مقاصد کا لبِ لباب ہے۔ یہ ہے کہ وہ ہر دُکھ سُکھ اور چین میں خدا تعالیٰ کو ہی حرزِ جان بنائیں۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں۔ اپنے دل کو تمام دوسرے مجازی خداؤں سے خالی کریں۔ ایک ہی خدا جو تمام کا خدا ہے دل میں بسائیں۔ اسی لئے ایک حاجی کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ ہر وقت یہ تلبیہ کرتا رہے لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ

اس میں شرک کی نفی کی گئی ہے۔ خواہ وہ شرک خفی ہو یا جلی یعنی خواہ جسم کے اندر کا شرک ہو یا باہر کا اور یہی حج کا بنیادی سبق ہے جسے پہلا اور آخری سبق کہا جا سکتا ہے۔ مگر افسوس کے اس لحاظ سے بھی بہت کمی ہے زبان سے تو لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کا ہی اقرار کر رہا ہوتا ہے مگر اندر جھانک کر دیکھیں تو خدا ہی خدا نظر آتے ہیں اور کسی جگہ کوئی تو بزبان حال یہ کہہ رہا ہوتا ہے لَبَّیْكَ داتا لَبَّیْكَ یا داتا لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اور کسی کی یہ آواز ہوتی ہے لَبَّیْكَ باہو لَبَّیْكَ یا باہو لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اور اسلامی سربراہ مملکت کو اس حوالہ سے لیں تو حقیقی خدا کے علاوہ جن مجازی خداؤں کی وہ عبادت کرتے ہیں اور جن پر وہ تکیہ کرتے ہیں ان میں داتا، باہو، میاں میر وغیرہ کے علاوہ دنیا کی سپر طاقتیں بھی ہیں اور وہ ان طاقتوں کا نام لے لے کر ان کی خدائی کا اقرار کر رہے ہوتے ہیں۔

مجھے کسی دوست نے بتایا کہ داتا کی مشہوری کے پیش نظر میں بھی گزشتہ سال قربانی کی عید کے قریب داتا دربار چلا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دوست بڑا ہی پیارا دُنبہ ہاتھ میں لئے داتا دربار میں حاضری کے لئے آئے ہیں۔ میرے پوچھنے پر بتایا کہ میں اس دُنبہ کا حج کروانے آیا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ قربانی ہو جانے سے قبل یہ دُنبہ حج کر لے۔ جہالت کی یہ انتہا نہیں تو اور کیا ہے۔ مسلمان توہین خداوندی میں تمام حدیں پھلانگ چکے ہیں۔ ان کو اس امر کی کوئی پرواہ نہیں کہ خدا تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دے گا مگر شرک نہیں۔ آج حج پر جانے والوں میں سے بعض توہین خداوندی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور نہ جانے والے بھی۔ حج پر جانے والے اس عظیم فریضہ کو رسمی رنگ میں ادا کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی برکات اور انوار سے متمتع نہیں ہوتے۔

حضرت جنید بغدادی بہت بڑے صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی ایک دفعہ ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جو حج کا مقدس فریضہ ادا کر کے آرہا تھا حضرت جنید نے اس سے چند سوالات بقیہ صفحہ 9 پر

رحمت اللہ بندیشہ۔ جرمنی

# حضرت مسیح موعودؑ اور حج

## حج بیت اللہ کا مختصر تعارف

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج بیت اللہ کیوں نہیں کیا؟ یہ اعتراض خود حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے زمانے میں، آپؑ پر بھی کیا گیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس اعتراض کا کافی وشافی جواب عطا فرمایا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اپنے الفاظ میں ہی اس کا جواب تحریر خدمت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام دیئے ہیں۔ بعض اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُن کی بجا آوری ہر ایک کو میسر نہیں ہے، مثلاً حج۔ یہ اُس آدمی پر فرض ہے جسے استطاعت ہو، پھر راستہ میں امن ہو، پیچھے جو متعلقین ہیں اُن کے گذارہ کا بھی معقول انتظام ہو اور اس قسم کی ضروری شرائط پوری ہوں تو حج کر سکتا ہے۔"

(الحکم 31 جولائی 1902ء صفحہ 6)

نیز فرمایا:

"اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں، وہ حج کرے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 ص 17)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حج پر نہ جانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ دس سال مدینہ میں رہے۔ صرف دو دن کا راستہ مدینہ اور مکہ میں تھا مگر آپؐ نے دس سال کوئی حج نہ کیا۔ حالانکہ آپؐ سواری وغیرہ کا انتظام کر سکتے تھے۔ لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو۔ وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج ادا کرنے کے وسائل موجود ہوں۔ جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خوف نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے۔ لیکن ان لوگوں کو اس امر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے۔ کیا اگر ہم حج کریں گے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے؟ اور ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے؟ اچھا یہ تمام مسلمان علماء اوّل ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو وہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے مرید ہو جائیں گے۔ اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تاکہ آئندہ مولویوں کا فتنہ رفع ہو۔ ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے۔ یہ اعتراض ان کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنحضرتؐ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے بھی صرف آخری سال میں حج کیا تھا۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 248)

آپ علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

"حج کا مانع صرف زادِ راہ نہیں اور بہت سے امور ہیں جو عند اللہ حج نہ کرنے کے لئے عذر صحیح ہیں چنانچہ ان میں سے صحت کی حالت میں کچھ نقصان ہونا ہے۔ اور نیز ان میں سے وہ صورت ہے کہ جب راہ میں یا خود مکہ میں امن کی صورت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (اٰل عمران:98) عجیب حالت ہے کہ ایک طرف بد اندیش علماء مکہ سے فتویٰ لاتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے اور پھر کہتے ہیں کہ حج کے لئے جاؤ۔ اور خود جانتے ہیں کہ جبکہ مکہ والوں نے کفر کا فتویٰ دے دیا تو اب مکہ فتنہ سے خالی نہیں اور خدا فرماتا ہے کہ جہاں فتنہ ہو اس جگہ جانے سے پرہیز کرو۔ سو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسا اعتراض ہے۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ فتنہ کے دنوں میں آنحضرت ﷺ نے کبھی حج نہیں کیا اور حدیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ فتنہ کے مقامات میں جانے سے پرہیز کرو وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (البقرۃ:196) پس ہم گنہگار ہوں گے اگر دیدہ دانستہ تہلکہ کی طرف قدم اٹھائیں گے اور حج کو جائیں گے اور خدا کے حکم کے برخلاف قدم اٹھانا معصیت ہے۔ حج کرنا مشروط بشرائط ہے مگر فتنہ اور تہلکہ سے بچنے کے لئے قطعی حکم ہے جس کے ساتھ کوئی شرط نہیں۔ اب خود سوچ لو کہ کیا ہم قرآن کے قطعی حکم کی پیروی کریں یا اس حکم کی جس کی شرط موجود ہے۔ باوجود تحقق شرط کے پیروی اختیار کریں"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 415)

شیخ ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خط میں اعتراض کیا کہ آپؑ کیوں حج نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ "میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اور صلیب کی شکست ہے۔ ابھی تو میں خنزیروں کو قتل کر رہا ہوں۔ بہت سے خنزیر مر چکے ہیں اور بہت سے سخت جان ابھی باقی ہیں۔ ان سے فرصت اور فراغت تو ہولے۔ شیخ بٹالوی صاحب اگر انصاف سے کام لیں تو امید ہے، یہ لطیف جواب انہیں تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ کیوں شیخ صاحب! ٹھیک ہے نا! پہلے خنزیروں کو قتل کر لیں؟"

(ملفوظات جلد 2۔ صفحہ 283)

مخالفوں کے اس اعتراض پر کہ مرزا صاحب حج کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا:

"کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ جو خدمت خدا تعالیٰ نے اول رکھی ہے، اس کو پس انداز کر کے دوسرا کام شروع کر دیوے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عام لوگوں کی خدمات کی طرح مُلہمین کی عادت کام کرنے کی نہیں ہوتی۔ وہ خدا تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی سے ہر ایک امر کو بجا لاتے ہیں۔ اگرچہ شرعی تمام احکام پر عمل کرتے ہیں، مگر ہر ایک حکم کی تقدیم و تاخیر ارادہ سے کرتے ہیں۔ اب اگر ہم حج کو چلے جاویں، تو گویا اس خدا کے حکم کی مخالفت کرنے والے ٹھہریں گے اور مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (اٰل عمران:98) کے بارے میں کتاب حجج الکرامہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو حج ساقط ہے۔ حالانکہ اب جو لوگ جاتے ہیں، ان کی کئی نمازیں فوت ہوتی ہیں۔ مامورین کا اول فرض تبلیغ ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ 13 سال مکہ میں رہے، آپؐ نے کتنی دفعہ حج کئے تھے؟ ایک دفعہ بھی نہیں کیا تھا۔"

(ملفوظات جلد 3۔ صفحہ 280)

## حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طرف سے حج بدل

احادیث میں لکھا ہے کہ جو شخص بوجوہ حج نہ کر سکے، اس کی طرف سے حج بدل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ خثعم قبیلہ کی ایک خاتون نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے باپ پر حج اس وقت فرض ہوا جبکہ وہ انتہائی ضعیف ہو چکا ہے اور سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ تو کیا میں اپنے باپ کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

(بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ)

اسی طرح حیات نبی ﷺ میں ایک شخص کا اپنے بھائی شبرمہ کی طرف سے حج بدل کرنے کا تذکرہ بھی کتب احادیث میں ملتا ہے۔

(ابو داؤد کتاب المناسک باب الرجل یحج عن غیرہ)

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ تحریر کرتے ہیں:

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ آخری ایام میں حضرت مسیح موعودؑ نے میرے سامنے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی طرف سے حج کروا دیا۔ (حضرت والدہ صاحبہ نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کو بھیج کر حضرت صاحب کی طرف سے حج بدل کروایا تھا) اور حافظ صاحب کے سارے اخراجات والدہ صاحبہ نے خود برداشت کئے تھے۔ حافظ صاحب پرانے صحابی تھے اور اب عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں۔"

(سیرت المہدی روایت نمبر 55 جلد اول صفحہ نمبر 44)

تاریخ احمدیت صوبہ سرحد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حج بدل کی مزید تفصیل میں لکھا ہے کہ حضرت حافظ احمد اللہ صاحبؓ کا اصل وطن ہندوستان تھا۔ آپ اپنے وطن سے پشاور آئے تھے اور پشاور صدر میں مقیم تھے۔ مذہباً اہلحدیث تھے۔ حضرت مولانا غلام حسنؓ کی احمدیت کی وجہ سے، ان کو بھی حضرت احمدؑ کی طرف توجہ ہوئی اور آخر کار بعد از تحقیقات احمدی ہو گئے۔ آپ اہلحدیث کے امام الصلوٰۃ تھے۔ احمدیت آپؓ نے 1897ء سے قبل اختیار کی اور بعد ازاں پشاور سے قادیان ہجرت کر لی اور وہیں سکونت پذیر رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانے میں، جب حضرت محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بغرض حج بیت اللہ شریف 1912ء میں حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ تو آپ کو بھی حضرت اماں جانؓ نے آنے جانے کا خرچ دیا۔ تاکہ وہ حضرت احمدؑ کی طرف سے حج بدل کر آویں۔ چنانچہ آپ بھی اس قافلہ میں جس کا سالار حضرت محمود احمد تھا، شامل ہوئے اور حج بدل کر آئے اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا حج، بذریعہ حضرت احمد اللہ، ادا ہوا۔ آپؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ خلافت میں کئی سال زندہ رہ کر فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخ احمدیت صوبہ سرحد۔ از قاضی محمد یوسف فاروقی صفحہ 58)

# حج بیت اللہ کا مختصر تعارف

## فرضیت حج

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حج کی فرضیت کے متعلق فرماتا ہے:

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔

(آل عمران:98)

ترجمہ: اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ اس کے گھر کا حج کریں جو بھی اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جو انکار کردے تو یقیناً اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

☆مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا میں اللہ تعالیٰ نے حج سے متعلق بنیادی شرائط بیان کر دی ہیں کہ حج صرف ان لوگوں پر فرض ہے جو بیت اللہ جانے کی طاقت رکھتے ہوں۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس سامانِ سفر نہیں ہے تو آیت کریمہ کے مطابق اس پر حج فرض نہیں، اسی طرح اگر زادِ راہ تو ہے لیکن بیمار ہے اور صحتِ بدن اسے سفر کی اجازت نہیں دیتی تو پھر بھی حج فرض نہیں رہتا۔ اگر مذکورہ بالا دونوں شرائط موجود ہوں لیکن راستہ پر امن نہ ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو اور پابندیاں ہوں تو آیت کریمہ کے مطابق اس پر بھی حج فرض نہیں رہتا۔

## لازمی ارکانِ حج

حج کے تین بنیادی ارکان ہیں:

☆ 1۔احرام یعنی نیت باندھنا

☆2۔وقوفِ عرفات یعنی 9 ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ٹھہرنا

☆3۔طوافِ زیارت جسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں یعنی وہ طواف جو وقوف عرفہ کے بعد 10 ذی الحجہ یا اس کے بعد کی تاریخوں میں کیا جاتا ہے

## حج کے متعلقہ بعض اصطلاحات

**میقات:** مکہ معظمہ کے گرد، وہ مقامات جہاں سے حاجی احرام باندھ کر ہی آگے جاسکتے ہیں۔

**احرام:** احرام لغت میں حرام کرنے کو کہتے ہیں، حاجی جب میقات سے حج کی نیت کر لیتا اور تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو اس پر چند حلال اور جائز چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں۔ مردوں کے احرام میں دو بے سِلی چادریں ہوتی ہیں۔ ایک تہ بند کا کام دیتی ہے، دوسری چادر کندھوں پر ڈالی جاتی ہے۔ جبکہ عورتیں اپنے عام سادہ کپڑوں میں حج ادا کرتی ہیں۔

**تلبیہ:** وہ وِرد جو حج اور عمرہ کے دوران حالتِ احرام میں کیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۔

**طواف:** خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ ہر چکر کے طواف کو حجر اسود سے شروع کیا جاتا ہے۔

**سعی:** صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ چکر لگانا۔ سعی صفا سے شروع کی جاتی ہے۔

**رمی جمار:** جمار کی واحد جمرہ ہے۔ جمرہ کنکری کو کہتے ہیں یہاں جمرات سے مراد وہ 3 ستون ہیں، جو منٰی میں ہیں۔ جن کو جمرۃ الاولیٰ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبہ کہا جاتا ہے ان جمرات (ستونوں) پر مختلف اوقات میں 7.7 کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ جسے رمی جمار کہتے ہیں جمروں کو لوگ عرفِ عام میں ”شیطان“ کہتے ہیں۔

**استلام:** حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے چھونا۔ اگر ایسا ممکن نہ ہوسکے تو پھر صرف دور سے اشارہ کرکے بوسہ دینا۔

**مقامِ ابراہیم:** خانہ کعبہ کے مشرق کی طرف ایک پتھر رکھا ہوا ہے، جسے مقامِ ابراہیم کہا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے اس پتھر پر کھڑے ہوکر تعمیر کعبہ فرمائی تھی۔

**حطیم:** کعبہ کی شمالی دیوار کے متصل ایک گول دیوار میں گھرا ہوا احاطہ، جو خانہ کعبہ کا حصہ ہے اسے حجر اسمٰعیل بھی کہا جاتا ہے۔

**وقوف:** اس کے معنے ہیں ٹھہرنا۔ اصطلاح شریعت میں عرفات، مزدلفہ اور منٰی میں حاجیوں کا ہدایات کے مطابق قیام کرنا۔

## حج کی 3اقسام

حج مفرد: عمرہ کے بغیر صرف حج ادا کرنا، حج افراد کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے جو حج مفرد ادا کر رہا ہو، ضروری ہے کہ وہ ایام حج کے آغاز میں احرام باندھے اور 10 ذی الحجہ کو رمی کے بعد احرام کھول ڈالے۔ حج مفرد میں قربانی فرض نہیں ہے۔

**حج تمتع:** اس سے مراد یہ ہے کہ حج کے مخصوص مہینوں میں سب سے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ پہنچ کر عمرہ ادا کرے۔ اس کے بعد احرام کھول دے۔ پھر 8 ذی الحجہ کو دوبارہ حج کے لیے احرام باندھے اور حج کی ادائیگی کے بعد 10 ذی الحجہ کو رمی الجمار کے بعد احرام کھول دے۔ تمتع کے معنے فائدہ اٹھانے کے ہیں حج کرنے والا ایک ہی سفر سے دو فائدے اٹھاتا ہے۔ حج تمتع کرنے والے کے لیے قربانی ضروی (فرض ہے) اگر قربانی نہ کرسکے، تو قرآنی تعلیم کے مطابق دس روزے رکھے۔ 3 حج کے دنوں میں اور 7 روزے واپس گھر آکر پورے کرے۔

**حج قِران:** اس سے مراد ہے کہ شروع میں عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یعنی حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ کہے۔ اس طرح احرام باندھنے والا مکہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرے گا، اس کے بعد احرام نہیں کھولے گا، بلکہ اسی احرام کے ساتھ حج کے مناسک بھی ادا کریگا اور جس طرح اس نے عمرہ اور حج کا اکٹھا احرام باندھا تھا اسی طرح دسویں ذی الحجہ کو دونوں کا اکٹھا ہی احرام کھولے گا۔ اس قسم کا حج کرنے والے کے لیے قربانی ضروری (فرض) ہے۔ اگر قربانی میسر نہ ہو، تو اسے بھی دس روزے رکھنے ہوں گے 3 ایام حج میں اور 7 اپنے گھر واپس پہنچ کر۔

## عمرہ

حالت احرام میں بیت اللہ کے طواف اور سعی بین الصفا والمروہ وغیرہ کا نام عمرہ ہے عمرہ کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے۔ یہ عبادت سال کے ہر حصہ میں ہوسکتی ہے البتہ نویں ذی الحجہ سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک ان چار دنوں میں عمرہ کا احرام باندھنا درست نہیں کیونکہ یہ حج ادا کرنے کے دن ہیں۔

## طریقِ حج اور مناسک حج ایک نظر میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حج کرنے کے طریق کے متعلق تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں کہ:

”حج اسلامی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اور ہر شخص جو بیت اللہ کا حج کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ میقات پر پہنچنے کے بعد احرام باندھ لے۔ میقات اُن مقامات کو کہتے ہیں جہاں پہنچنے پر اسلامی ہدایات کے مطابق حاجیوں کو احرام باندھنا پڑتا ہے۔ مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ، شام کی طرف سے آنے والوں کے لیے جحفہ، عراق کی طرف سے آنے والوں کے لئے ذاتِ عرق، نجد کی طرف سے آنے والوں کے لیے قرن المنازل اور یمن کی طرف سے آنے والوں کے لیے یلملم میقات مقرر ہیں۔ پاکستان سے جانے والوں کے لئے یلملم ہی میقات ہے اور حاجیوں کو جہاز میں ہی احرام باندھنا پڑتا ہے۔ جو لوگ ان میقات کے اندر رہتے ہوں انہیں احرام کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنی اپنی جگہوں سے ہی احرام باندھ سکتے ہیں۔ احرام کا طریق یہ ہے کہ انسان حجامت بنوا کر غسل کرے۔ خوشبو لگائے اور اس کے بعد سلے ہوئے کپڑے اتار کر ایک چادر تہ بند کے طور پر کمر سے باندھ لے اور دوسری چادر جسم کے اوپر اوڑھ لے۔ سر کو ننگا رکھے اور دو رکعت نفل پڑھے اور اس کے بعد اپنے اوقات کا اکثر حصہ تکبیر وتلبیہ اور تسبیح وتحمید میں بسر کرے اور بار بار لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ کہتا رہے۔ ہر نماز کے بعد خصوصیت کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ تلبیہ کہنا چاہیے۔ محرم کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننے یعنی قمیض، شلوار، پاجامہ یا کوٹ وغیرہ پہننا، سر کو ڈھانپنا، جرابیں پہننا، خوشبو لگانا، خوشبو دار رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا، سر منڈوانا، ناخن اتارنا، جوئیں نکالنا یا انکو مارنا، جنگل کے کسی جانور کا شکار کرنا، شکار کے جانور کو ذبح کرنا۔ کسی کو شکار کے لیے کہنا یا کسی شکاری کی مدد کرنا، شہوانی تعلقات قائم کرنا یا شہوانی گفتگو کرنا، فحش کلامی کرنا یا فحش اشعار پڑھنا، فسق وفجور اور لڑائی جھگڑے میں حصہ لینا، یہ سب امور ناجائز ہوتے ہیں۔ البتہ محرم غسل کرسکتا ہے۔ کپڑے دھو سکتا ہے اور دریائی جانور کا شکار بھی کرسکتا ہے۔ محرم عورت کے لیے بھی ان ہدایات کی پابندی ضروری ہے۔ البتہ اسے بے سلے کپڑے پہننے کی ضرورت نہیں۔ اسے اپنا معمولی لباس یعنی قمیض، پاجامہ اور دوپٹہ ہی رکھنا چاہیے۔ البتہ وہ برقعہ نہیں اوڑھ سکتی۔

جب حاجی حدود حرم میں داخل ہو (یعنی مکہ معظمہ اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں جو حرم کہلاتا ہے) تو وہ آداب حرم کو ملحوظ خاطر رکھے اور جب بیت اللہ پر پہلی مرتبہ نظر پڑے تو اللہ تعالیٰ کے حضور فوراً دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھادے کیونکہ وہ قبولیت دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب بیت اللہ کے پاس پہنچے تو حجر اسود سے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ

طواف کرے۔ طواف کرتے ہوئے اگر ممکن ہو تو ہر دفعہ حجر اسود کو بوسہ دینا چاہیے اور اگر ممکن نہ ہو تو صرف ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر دینا بھی کافی ہے۔

طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ چکر لگائے۔ صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہوگا اور مروہ سے صفا تک دوسرا۔ پھر مکہ معظمہ میں ٹھہر کر ایام حج کا انتظار کرے۔

جب ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو وہ مکہ سے منٰی چلا جائے اور وہاں پانچوں نمازیں پڑھے۔ پھر وہاں سے دوسری صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد عرفات کی طرف ایسے وقت میں چلے کہ وہاں بعد زوال داخل ہو اور ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کرے اور سورج کے ڈوبنے تک عرفات میں ہی رہے اور دعاؤں اور عبادات میں اپنا وقت گزارے۔

اس کے بعد مزدلفہ مقام میں آئے۔ جہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھے اور وہاں رات بھر عبادت اور دعاؤں میں بسر کرے۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے مشعر الحرام پر جا کر دعا کرے اور وہاں سے سورج نکلنے سے پہلے ہی روانہ ہو کر منٰی پہنچے اور وہاں جا کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں مارے اور ہر دفعہ کنکر پھینکنے کے ساتھ تکبیر کہے۔ مگر یہ کام سورج نکلنے کے بعد کرے۔ یہاں سے فارغ ہو کر قربانی کرے۔ سر منڈوائے اور پھر اسی دن شام تک یا اگلے دن مکہ مکرمہ جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ افضل یہ ہے کہ اسی دن شام تک جا کر کعبہ کا طواف کر آئے۔ پھر دوسرے دن منٰی میں واپس آ جائے اور بعد زوال جمرۃ الدنیا، جمرۃ الوسطیٰ، جمرۃ العقبہ پر سات سات پتھر مارے۔ اسی طرح تیسرے دن اور پھر چوتھے دن بھی جو ایام تشریق کہلاتے ہیں یعنی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحج کو۔ تیرھویں تاریخ کو منٰی سے واپس آ جائے اور بیت اللہ کا طواف الوداع کرے۔ جو شخص یہ تمام مناسک بجا لائے وہ فریضہ حج ادا کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو جاتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ:432)

## فلسفہ حج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اسلام نے ...... محبت کی حالت کے اظہار کے لیے حج رکھا ہے۔۔۔۔ حج میں محبت کے سارے ارکان پائے جاتے ہیں بعض وقت شدت محبت میں کپڑے کی بھی حاجت نہیں رہتی عشق بھی ایک جنون ہوتا ہے، کپڑوں کو سنوار کر رکھنا یہ عشق میں نہیں رہتا۔۔۔۔ غرض یہ نمونہ جو انتہائے محبت کا لباس میں ہوتا ہے وہ حج میں موجود ہے، سر منڈایا جاتا ہے، دوڑتے ہیں، محبت کا بوسہ رہ گیا وہ بھی ہے جو خدا کی ساری شریعتوں میں تصویری زبان میں چلا آیا ہے پھر قربانی میں بھی کمال عشق دکھایا ہے۔''

(الحکم مورخہ 24 جولائی 1902ء صفحہ 3)

حج کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''حج سے صرف اتنا ہی مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے، سمجھنا چاہیے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پرواہ ہو، نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو جیسے عاشق اور محب اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے یہ ایک باریک نکتہ ہے جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کے طواف کرنے والوں کی بھی یہی حالت ہونی چاہیے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں اسی طرح اس کا طواف کرنے والوں کو چاہیے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہئے اور کوئی غرض باقی نہیں۔''

(الحکم 17 جنوری 1907ء صفحہ 9)

## مقام عرفات پر کی جانے والی دعا۔ از حضرت مسیح موعودؑ

1886ء میں جب حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو ایک خط میں لکھا کہ:

''اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ میسر ہو تو اس مقام محمود مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی طرف سے انہیں لفظوں سے مسکنت و غربت کے ہاتھ بحضور اُٹھا کر گزارش کریں کہ ''اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! ایک تیرا بندہ عاجز و ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ غرض ہے کہ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ تو مجھ سے راضی ہو اور میرے خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور اور رحیم ہے اور مجھ سے وہ کرا، جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل محبین میں اُٹھا۔ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کے حمایت میں رکھ کر دین اور دنیا میں ان کا متکفل اور سب کو اپنے دار الرضا میں پہنچا اور اپنے اور اس کے آل و اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام نازل کر۔ آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

(مکتوبات احمد جلد 3 صفحہ 27)

بقیہ: حج اور اس کا فلسفہ ...... از صفحہ 6

پوچھے جو یہ ہیں۔

1۔ جب تو نے احرام باندھا تو کیا یہ نیت بھی کی تھی کہ آئندہ سے اپنی نفسانی خواہشات اور جوش طبع کا لباس بھی اتار پھینکوں گا۔ اس شخص نے کہا یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا تو آپ نے فرمایا تو نے کوئی احرام نہیں باندھا۔

2۔ جب تو نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اس کے گرد چکر لگائے تو کیا تو نے یہ نیت کی تھی کہ آئندہ میں تیری توحید و محبت کے گرد ہی گھومتا رہوں گا۔ اس نے کہا میری تو عقل نے ایسا نہیں سوچا تو آپ نے فرمایا تو نے بیت اللہ کا طواف ہی نہیں کیا۔

3۔ تو نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا یہ سوچا تھا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ایک خدا کی بندی نے پانی کی تلاش میں چکر لگائے تھے اور اس کے پیارے بچے کے لئے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا گیا تھا۔ آج میں بھی بھاگ رہا ہوں اور میرے دل میں بھی اپنی محبت کا چشمہ جاری کر دے۔ اس شخص کے پہلے جیسا جواب پا کر حضرت جنید نے کہا کہ تو نے یہ سعی بھی نہیں کی۔

4۔ جب عرفات سے گزرا تو کیا خیال کیا کہ جس طرح آج یہاں کھڑے ہیں اسی طرح ایک روز خدا کے حضور کھڑے ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب چکانا ہے۔ اس شخص نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ حضرت جنید نے فرمایا تیرا میدانِ عرفات میں جانا اور نہ جانا برابر ہے۔

5۔ پھر فرمایا جب تو نے منٰی میں آکر قربانی کی تو یہ نیت کی تھی کہ جس طرح بکرے کی گردن پر چھری پھیر رہا ہوں اسی طرح آئندہ تمام منایا یعنی خواہشاتِ نفسانیہ کے گلے پر چھری پھیرتا رہوں گا۔ اس شخص نے کہا میں نے تو ایسی کوئی نیت نہیں باندھی۔ آپ نے فرمایا تیرا یہ عمل بھی نہ ہوا۔

6۔ اور جب تو (رمی الجمار) کر رہا تھا تو کیا تو نے دل کے شیطان کو بھی کنکریاں ماریں تا کہ خدا کی محبت دل میں پیدا ہو۔ اس نے کہا ایسا تو میں نے نہیں کیا۔ حضرت جنید نے کہا تو پھر تو نے رمی الجمار نہیں کیا۔ اور تو نے مناسک حج میں سے کچھ بھی پورا نہیں کیا۔ تو اگلے سال دوبارہ جا اور ابراہیمی روح کے ساتھ حج کر تا کہ تو ابراہیمی مقام کو حاصل کر سکے۔

یہ ہے حج کی روح اور فلسفہ مگر آج حج کے متعلق اکثر یہ سننے میں آیا ہے کہ حج کرنے والا اپنا حق سمجھتا ہے کہ اپنے لئے فخر کے طور پر ''حاجی'' کا لقب استعمال کرے۔ ایک ایسا حج جو محض ظاہری رسم و رواج کے طور پر کیا گیا ہو اس ''اعزازی نشان'' کے ذریعہ لوگوں سے احترام کی پونجی حاصل کرنے کے لئے مفید تو ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک اسلامی روح کے ساتھ ایک فریضہ کی ادائیگی کا تعلق ہے اس لقب کی کوئی اہمیت نہیں۔ اتنی بھی نہیں جتنی ایک کھوٹے سکے کی ہوتی ہے۔

(ہفت روزہ ''مہارت'' لاہور 15 تا 21۔ اپریل 1996ء جلد 6 شمارہ نمبر 9۔ بحوالہ کتاب ''کچھ کلیاں کچھ پھول'' از حنیف احمد محمود)

ایڈیٹر کے قلم سے

# عشرہ ذوالحجہ کی اہمیت اور قربانی کے مسائل

ذوالحجہ اسلامی سال کا بارھواں مہینہ ہے۔ یہ ایک ایسا مبارک اسلامی مہینہ ہے جس میں اہم اسلامی رکن حج کی عبادت ادا کی جاتی ہے۔ اس ماہ کے پہلے دس دنوں کو احادیث کی روشنی میں خصوصی شرف حاصل ہے چنانچہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق عشرہ ذوالحجہ میں بجالائے گئے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے دنوں میں بجالائے گئے اعمال سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عمرؓ کے حوالے سے آنحضور ﷺ کا یہ قول درج ہے کہ ان دنوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت باعظمت اور محبوب ہیں اس لئے کثرت سے ان دنوں تَھْلِیل، تَکْبِیر اور تَحْمِید کہو۔

جامع ترمذی میں لکھا ہے کہ 9 ذوالحجہ (یوم عرفہ) کے دن کا روزہ گزشتہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ عشرہ ذوالحجہ میں احادیث پر عمل کرتے ہوئے زیادہ ذوق و شوق سے عبادات و نوافل کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا یہ عمل درج ہے کہ آپ دونوں ان ایام میں بازار میں نکل جاتے بلند آواز سے تکبیریں پڑھتے اور حضرت سعید بن جبیرؓ کے متعلق بھی احادیث میں اعمال صالحہ بجالانے کے لئے سعی و کوشش کرنے کے متعلق آتا ہے۔

اس عشرہ کے آغاز سے تعلق رکھنے والی ایک اہم بات یہ ہے کہ قربانی کرنے والا ذوالحجہ کے چاند کے بعد نہ حجامت بنوائے نہ بال کٹوائے نہ ناخن ترشوائے۔ ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق قربانی کی طاقت نہ رکھنے والے کو بھی ایسا کرنے یعنی بال وغیرہ نہ کٹوانے کی ہدایت ہے اس طرح اسے بھی قربانی کے برابر ثواب ملے گا۔

اس عشرہ کی اہمیت بیان کرنے کے بعد عید کا فلسفہ اور قربانی کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔ اس عید کے لئے اَضْحٰی کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی قربانی کے جانور کے ہیں۔ اَضْحٰی کا لفظ صرف غیر حاجی لوگوں کی قربانیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ حاجی لوگوں کی قربانیوں کے لئے قرآن وحدیث میں ھَدْیٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عید الاضحی کی نماز صرف غیر حاجیوں کے لئے مقرر ہے۔ حج کے موقع پر یہ نماز ادا نہیں کی جاتی کیونکہ حج خود اپنی ذات میں بھاری عید ہے اور عید کے تمام پہلو اور عناصر بدرجہ اتم اس میں پائے جاتے ہیں۔ شریعت نے عید الاضحی کی نماز غیر حاجی لوگوں کے واسطے اس لئے رکھی ہے کہ جہاں ایک طرف حج کے ایام میں حاجی لوگ حج کی عید منا رہے ہوں وہاں غیر حاجی جنہیں کسی مجبوری کی وجہ سے حج کی توفیق نہیں مل سکی وہ اکناف عالم میں اپنی اپنی جگہ پر عید کرکے اور قربانیاں دے کر اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو تازہ رکھیں جس کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے حضرت اسماعیلؑ کے وجود میں ہوا اور پھر وہ آنحضرتؐ کے وجود باجود میں اپنے معراج کو پہنچی۔

آجکل مسلمان دکھاوے کی خاطر اور واہ واہ کروانے کے لئے بڑے سے بڑا جانور ذبح کرتے ہیں مگر اس کے فلسفہ اور حقیقت سے ناآشنا ہیں حتی کہ لوگ اس کے نام کو بھول گئے ہیں اور جسے دیکھو عید الضحیٰ یعنی صبح کے وقت کی عید کہتا دکھائی دیتا ہے جو سراسر غلط ہے۔ قربانی سنت مؤکدہ ہے جو ہر صاحب استطاعت اور ذی ثروت پر واجب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہر سال خود بھی قربانی کی اور صحابہؓ کو بھی اس کی تاکید فرمائی آنحضرت ﷺ کو عید الاضحی کی قربانی کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے وفات سے قبل سیدنا حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد بھی میری طرف سے اس موقع پر ہمیشہ قربانی کرتے رہنا۔ آپ نے عید الاضحی کے روز خطبہ دیتے ہوئے صحابہؓ کو تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دن پہلا کام انسان کو یہ کرنا چاہئے کہ وہ نماز عید ادا کرے اور پھر اس کے بعد قربانی دے سو جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

ترمذی کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی نظر میں عید الاضحی والے دن انسان کا کوئی عمل قربانی کے جانور کو ذبح کرنے اور اس کا خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں۔ ابن ماجہ میں آنحضورؐ کا یہ قول درج ہے کہ قربانی کے جانور کے جسم کا ہر بال قربانی کرنے والے کے لئے ایک نیکی ہے جو اسے خدا سے اجر پانے کا مستحق بنائے گی۔ ایک موقع پر آپ نے مالی وسعت رکھنے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے مالی طاقت رکھتے ہوئے مالی قربانی نہیں کی اس کا کیا کام ہے کہ وہ ہماری عید گاہ میں آکر نماز میں شامل ہو۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے نہ صرف خود قربانی کی بلکہ مزید تاکید اور تحریک کی غرض سے اپنی امت کی طرف سے بھی ایک دنبہ منگوا کر ذبح کیا اور دعا کی:

”اے میرے آسمانی آقا! اس قربانی کو محمدؐ اس کی آل اور امت کی طرف سے قبول فرما“

ان اقوال مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی مبارک سنت ہے جس کے متعلق آپؐ نے بہت تاکید فرمائی اور بھاری ثواب کا موجب قرار دیا۔ اور قرآنی حکم اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے تحت ہر اس شخص پر جو قربانی کی طاقت رکھتا ہے رسول خدا کی اطاعت کرتے ہوئے قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ قرآنی حکم فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ میں بھی اسی قربانی کا ذکر ہے کیونکہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی اس وقت حج فرض نہیں ہوا تھا۔

اگر سارے گھر کی طرف سے ایک صاحب استطاعت شخص قربانی کردے تو یہ قربانی سب کی طرف سے سمجھی جائے گی قربانی کا جانور خریدتے وقت یہ امر مدنظر رہے کہ جانور صحتمند ہو، مالک کو پسند ہو، عیب دار اور کمزور نہ ہو۔ احادیث کے مطابق لنگڑے سینگ ٹوٹے، اندھے، بیمار، دبلے (جس کی ہڈی میں گودا نہ ہو) جانور نیز ایسا جانور جس کا کان آگے سے یا پیچھے سے کٹا ہو یا کان لپٹا ہوا یا پھٹا ہوا یا کان میں سوراخ والا جانور جائز نہیں۔ اسی طرح دودھ دینے والے اور حاملہ جانور سے بھی منع کیا گیا ہے۔ یہ امر بھی مدنظر رہے کہ اونٹ کی عمر کم سے کم تین سال، گائے دو سال، بھیڑ بکری ایک سال اور دنبہ چھ ماہ کا بھی جائز ہے اگر موٹا تازہ ہو۔ شریعت کی رو سے اونٹ میں دس حصے، گائے میں سات حصے جبکہ بکری دنبہ وغیرہ ایک شخص یا گھر کی طرف سے ہوتا ہے۔

شریعت نے قربانی کے گوشت کے بہتر سے بہتر استعمال کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ خود بھی کھاؤ اور عزیزوں اور رشتہ داروں کو دو۔ پڑوسیوں کو ہدیہ بھجواؤ محلہ کے غریب اور مفلس لوگوں میں تقسیم کرو تاکہ فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ پر عمل ہو۔ آنحضور ﷺ نے عید کے تین دنوں کو ایام التشریق قرار دیا ہے۔ جس کے متعلق فرمایا کہ یہ کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

شریعت نے اس بات کی بھی قربانی کرنے والے کو تحریک کی ہے کہ وہ حتی الوسع کوشش کرے کہ جانور کو خود تیز چھری سے ذبح کرے یا کم از کم قربانی کو اپنے سامنے ذبح کروائے تا اس میں جانی قربانی کے نظارے دیکھنے کی جرأت پیدا ہو اور یہ سبق دینا مقصود ہوتا ہے کہ جس طرح جانور انسان کے قبضہ قدرت میں ہوتے ہیں اور وہ انسان کے لئے قربان ہو رہے ہوتے ہیں اسی طرح وہ خود بھی کسی قبضہ قدرت میں ہے اسے بھی جانور کی طرح ہر وقت خدا کی خاطر جب بھی جانی قربانی کی ضرورت پڑے تیار رہنا چاہئے۔

قربانی کے بارہ میں ایک اہم قرآنی فلسفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو جانوروں کا گوشت اور خون خدا تک نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقویٰ ہے جو پہنچتا ہے گویا کہ انسان اپنی نیت کے مطابق قربانی کا اجر پاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی کا فلسفہ یوں بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الضَّحَایَا ھِیَ الْمَطَایَا تُوْصِلُ اِلٰی رَبِّ الْبَرَایَا اَوْ تَمْحُوا الْخَطَایَا وَ تَدْفَعُ الْبَلَایَا

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 45)

یعنی یہ قربانیاں تو سواریاں ہیں جن پر سوار ہو کر خالق کائنات سے ملا جاسکتا ہے یا اپنی خطائیں معاف کرائی جاسکتی ہیں اور مشکلات سے دور رہا جاسکتا ہے۔

مولانا سید شمشاد احمد ناصر۔امریکہ

# حج، قربانی اور عیدالاضحیہ کا فلسفہ

## ان کے ذریعہ خدا کی رضا اور مخلوق سے محبت و اخوت کا درس ملتا ہے

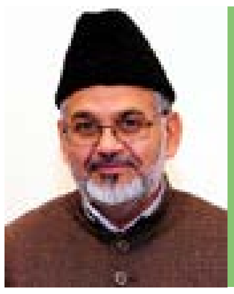

حج قرآنی ارشاد کی روشنی میں ان لوگوں پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔ویسے تو ہر دل میں یعنی مومن کے دل میں یہ خواہش ہے کہ وہ بیت اللہ کی زیارت کرے اور اپنے رب العزت کے حضور وہاں پہنچ کر مناجات کرے اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے دعائیں کرے، روضۂ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر حاضری دے لیکن ہر شخص کے لئے جانا ممکن نہیں ہے مگر ہمارا خدا بڑا ہی رحیم و کریم خدا ہے بڑا بے نیاز ہے اس کے رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ فرمادیا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔پس خوشخبری ہو ان مومنوں کو جن کے دل میں وہاں جانے کی تڑپ ہے گھر حالات کی مجبوری کی وجہ سے وہ وہاں نہیں جاسکتے، انہیں خدا ان کی پاک نیتوں کا ثواب عطا فرمادے گا۔اور کسی لحاظ سے بھی انہیں محروم نہیں رکھے گا۔ان شاء اللہ

## حج

اسلامی کیلنڈر کے آخری مہینہ یعنی ذوالحجہ میں ادا کیا جاتا ہے۔ذوالحجہ کے پہلے دس دن احادیث نبویہ کی روشنی میں بڑے اہمیت کے دن ہیں چنانچہ ایک روایت کے مطابق ان دس دنوں میں بجالائے گے اعمال خدا تعالیٰ کے نزدیک دوسرے دنوں میں کئے گئے اعمال کی نسبت زیادہ محبوب ہیں بلکہ ایک اور حدیث میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمان بھی ملتا ہے کہ ان دنوں میں کئے گئے نیک اعمال خدا تعالیٰ کے ہاں بہت عظمت رکھتے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسندیدہ بھی ہیں اس لئے ان ایام میں کثرت کے ساتھ تَکْبِیْرَات و تَھْلِیْل اور خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرو۔

صحابہ کرامؓ تو ان دنوں میں علیحدگی میں بھی اور پبلک جگہوں پر بھی کثرت کے ساتھ ذکر الٰہی، نوافل اور بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے۔

## حج کا فلسفہ اور مقصد

حج کا فلسفہ اور مقصد اور حج کرنے سے جو سبق حاصل کیا جاتا ہے وہ خود قرآن کریم نے بیان فرمادیا ہے چنانچہ یہاں پر اُن آیات کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

1۔حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پورا کرو۔(البقرة:197)

یعنی خدائی حکم سمجھ کر بجالاؤ اور تمہارے مد نظر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہو۔اس میں دکھاوا بالکل نہ ہو ورنہ حج کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حج کے مہینے سب کے جانے بوجھے ہوئے مہینے ہیں پس جو شخص ان میں حج کا ارادہ پختہ کرلے اسے یاد رہے کہ حج کے ایام میں نہ تو کوئی شہوت کی بات نہ کوئی نافرمانی اور نہ کسی قسم کا جھگڑا کرنا جائز ہو گا۔(البقرہ:198)

پس اگر ان مبارک ایام میں نافرمانی اور جھگڑا نہیں کرنا۔تو اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیشہ ہی نافرمانیوں اور جھگڑوں سے بچنا ہے۔ان ایام سے یہ سبق ضرور حاجیوں کو لینا چاہئے۔

3۔تیسرا سبق یا فلسفہ یہ ہے جو خدا تعالیٰ نے فرمایا اور یہ آیت اور اس کا سیاق وسباق بھی حج والی آیات کے ساتھ یا حج کے احکامات کے ساتھ ہی مل رہا ہے اور وہ یہ ہے

زادِ راہ ساتھ لو اور یاد رکھو! بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندوں تقویٰ اختیار کرو۔ (البقرہ:198)

پس ہر مومن کا زادِ راہ تقویٰ ہونا چاہئے۔حج میں بھی، حج کے لئے بھی اور بعد میں بھی، یہ تو نہیں کہ حج کے موقعہ پر تو تقویٰ بعد میں انسان تقویٰ سے خالی ہو جائے پھر حج کس کام کا؟ حج سے یہی تو فائدہ اٹھایا جائے اور حج کے اس فلسفہ اور مقصد کو مد نظر رکھا جائے کہ ہمارے دل میں خدا تعالیٰ کا کس قدر خوف ہے۔خدا تعالیٰ کے احکامات کو صحیح طور پر بجالانے کی کس قدر تڑپ اور لگن ہے کہاں تک ہم مرضی مولیٰ کو اپنی خواہشات پر ترجیح دے رہے ہیں۔پس اسی کا نام تقویٰ ہے کہ ہر کام کو کرتے ہوئے یہ مد نظر ہو کہ اس کام سے اللہ تعالیٰ خوش ہو گا یا ناراض ہو گا۔اسی کا نام تقویٰ ہے کہ بچتے رہو ان راہوں سے جن سے خدا خوش نہیں ہوتا۔

4۔چوتھا سبق حج سے متعلق قرآن کریم میں یہ بیان ہوا ہے کہ فرمایا:

اعلیٰ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں اُن کے پچھواڑے سے داخل ہو بلکہ کامل اور نیک وہ شخص ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔اور تم گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہوا کرو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(البقرہ:190)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حج کے ساتھ یہ ذکر فرمایا ہے کہ کامیابی ہمیشہ سیدھے طور پر کسی کام کو کرنے سے حاصل ہوتی ہے اگر تم ایسا نہیں کرتے یعنی کسی کام کو کرنے کے لئے صحیح راستہ اور صحیح طریق استعمال نہیں کرتے اور دروازوں سے داخل ہونے کی بجائے دیواریں پھاند کر اندر داخل ہونا چاہتے ہو تو تم کبھی بھی حقیقی کامیابی حاصل نہیں کرسکتے اور منزل مراد تک نہیں پہنچ سکتے۔پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر کام کے لئے صحیح طریق اختیار کیا جائے اور وہ راستے وہی ہیں جو خدائے ذوالجلال والاکرام نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں اور جن راستوں کو ہمارے پیارے ہادیٔ کامل آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اختیار فرمایا ہے اور جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔

5۔پانچواں سبق حج سے اتفاق واتحاد کا ملتا ہے۔جو لوگ حج پر گئے ہیں یا جن لوگوں کو جانا نصیب نہیں ہوا مگر لوگوں سے ضرور سنا ہو گا اور اگر وہ بھی نہیں تو ٹی وی پر حج کے مناظر ضرور دیکھے ہوں گے کہ حج کے موقعہ پر بیت اللہ شریف میں تمام اطراف، تمام دنیا، تمام ملکوں، تمام قوموں سے ہزاروں زبانیں بولنے والے مختلف رنگوں اور نسل سے تعلق رکھنے والے اکٹھے ہوتے ہیں جو نہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔خدائے واحد کے نام پر یہ سب اکٹھے ہوتے ہیں اور اتفاق و اتحاد کا ایک عجیب روح پرور منظر دیکھنے میں آتا ہے، پس حج سے واپس آکر بھی اپنے دلوں کو پاک صاف کرتے ہوئے نفرت، حسد، تعصب کو دور کرکے ایک ہونا چاہئے۔اس کی جگہ اخوت و محبت اور انسانیت سے پیار کرنا چاہئے۔

## حج اور قربانی کا ایک اور اہم نکتہ یا فلسفہ

حج کرنے سے جو ثواب حاصل ہوتا ہے وہ بھی ہمارے پیارے ہادیٔ کامل رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ انسان گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔یہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہے اگر اسے نصیب ہو جائے۔اور ایک دفعہ جب گناہوں سے پاک صاف ہو جائے تو وہاں میں سے یہ عہد کرکے نکلے کہ آئندہ تا وفات وہ خدا تعالیٰ کے حضور لرزاں و ترساں رہے گا اور نہ کسی کے حقوق مارے گا نہ کسی پر زیادتی کرے گا بلکہ اس راہ ہدایت پر پوری طرح عمل کرے گا کہ

’’ہلاکت کی راہوں سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ…اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا…تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے…تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گِدّوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتے ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے، ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر…تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے تم ماتحتوں پر اور

بقیہ صفحہ 18 پر

حضرت سر محمد ظفراللہ خان کی کتاب تحدیث نعمت کا ایک ورق

# حج بیت اللہ شریف میں ولولہ انگیز کیفیات

چونکہ عالمی عدالت میں تقرر 2فروری 1964ء سے عمل میں آنا تھا میں نے اقوام متحدہ میں پاکستانی سفیر کے منصب کا چارج 5 فروری 1964ء کو چھوڑ دیا۔ عدالت میں دوبارہ تقرر کے دیگر فوائد کے علاوہ ایک نعمت عظمیٰ جو حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ مارچ 1967ء میں میری حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرنے کی دیرینہ آرزو محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی ذرہ نوازی سے بر آئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ۔ حُسنِ اتفاق سے عزیز انور احمد اور عزیزہ امینہ کا ساتھ بھی میسّر آگیا جن کی رفاقت کی وجہ سے مجھے بہت آرام ملا۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا ہم کراچی سے 10 مارچ 1967ء جمعہ کے دن فجر کے وقت روانہ ہوئے اور دس بجے قبل دوپہر بخیریت جدّہ پہنچ گئے۔ تشریفات ملکیہ کی طرف سے ہماری رہائش کا انتظام جدّہ پیلس ہوٹل میں کیا گیا تھا جو امریکن طرز کا نہایت عمدہ آرام دہ ہوٹل ہے۔ اسی دن ہم مکّہ معظمہ میں حاضر ہو کر بفضل اللہ عمرہ سے مشرف ہوئے اور پھر جدہ واپس آگئے۔ 11 کو جدہ میں ٹھہر کر تشریفات ملکیہ کے ساتھ پروگرام طے کیا۔ پاکستانی سفارت خانے میں حاضر ہو کر سفیر کبیر اور ان کے افسران سے نیاز حاصل کیا۔ ان میں سے دو صاحبان شیخ اعزاز نیاز صاحب افسر حج اور سید اشتیاق حسین صاحب مدیر ثالث وزارت خارجہ میں میرے رفیق کار رہ چکے تھے، اب بھی پہلے سی تواضع کے ساتھ پیش آئے اور انتظامات حج کے سلسلے میں ہمارے آرام کا موجب ہوئے۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ 12 کو ہم جدہ سے کار پر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور 15 تک وہاں قیام کیا۔ ہماری جائے قیام مسجد نبوی سے چند قدم کے فاصلے پر تھی اس سہولت کی وجہ سے ہمیں بفضل اللہ سب اوقات میں مسجد میں حاضری اور نوافل کی ادائیگی کا موقع میسر آجاتا تھا۔ البتہ رسول اکرم ﷺ کے روضہ مبارک اور حضورؐ کے منبر کے درمیان نوافل ادا کرنے والوں کا ہر وقت اس قدر ہجوم رہتا تھا کہ ہمیں خدشہ ہوا کہ ان ایام میں اس مبارک مقام پر نفل ادا کرنے اور دعا کرنے کی حسرت دل میں ہی رہ جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص کرم اور بندہ نوازی سے یہ موقع بھی بفراغت میسر آگیا۔ غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے مسجد کی صفائی کے متعلق خاص انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے مسجد نصف شب سے لے کر تین گھنٹے کے لئے بند کر دی جاتی ہے اور اس دوران میں خدام مسجد کی صفائی مستعدی کے ساتھ مکمل کر لیتے ہیں۔ 13 کی شام کو نمائندہ تشریفات نے ہمیں مطلع کیا کہ وہ نصف شب کے وقت تشریف لا کر ہمیں مسجد کے اندر لے چلیں گے اور جس قدر عرصہ ہم چاہیں نوافل اور دعا میں صرف کر سکیں گے۔ چنانچہ دونوں رات ہمیں یہ موقع نصیب ہوتا رہا۔ فالحمدللہ۔ 15 کو مدینہ منورہ سے جدہ واپسی ہوئی۔ 16 کو ہم پھر مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور عمرہ اور مناسک ادا کئے۔ 17 کو مکہ معظمہ منتقل ہوگئے۔ 18 کی شام کو جلالۃ الملک فیصل کی طرف سے استقبالیہ دعوت تھی۔ عزیز انور احمد اور میں بھی مدعو تھے۔ جلالۃ الملک نے اپنی تقریر میں قضیۂ یمن کا ذکر فرمایا اور صراحت فرمائی کہ ان کا موقف یہ ہے کہ جو عناصر بھی بیرون یمن سے یمن میں داخل ہوئے ہیں وہ یمن سے نکل جائیں اور یمن کی رعایا بغیر کسی بیرونی تداخل کے آزادانہ اپنے مستقبل کا

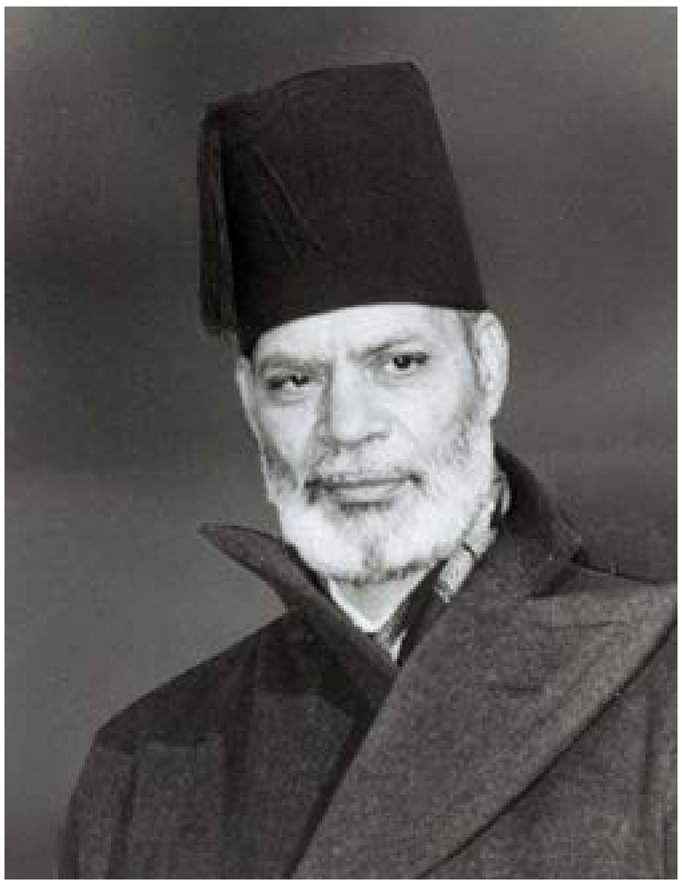

فیصلہ کرے۔ مزید فرمایا ہم اعلان کرتے ہیں اور آپ سب کو اس پر گواہ ٹھہراتے ہیں کہ یمنی رعایا جو فیصلہ کسی بیرونی تداخل یا کسی جبر کے کرے گی ہم اس کے پابند ہوں گے خواہ فیصلہ ہماری نگاہ میں پسند ہو یا نہ ہو۔ جناب اسمٰعیل ازہری صاحب صدر سوڈان دعوتِ استقبالیہ میں خصوصی مہمان تھے انہوں نے بھی حاضرین کو خطاب فرمایا۔ طعام سے فراغت پر میں نے عزیز انور احمد کو جلالۃ الملک کی خدمت میں پیش کیا۔

مکہ معظمہ منتقل ہونے پر ہم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی قیام گاہ پر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب کراچی سے اسی پرواز میں جدّہ تشریف لائے تھے جس پر ہم نے سفر کیا تھا۔ جدّہ پہنچتے ہی آپ مکّہ معظمہ حاضر ہوگئے تھے۔ آپ نے ان احباب جماعت احمدیہ کی فہرست تیار کرائی جو فریضۂ حج کی ادائیگی کیلئے آئے ہوئے تھے۔ اس فہرست کی تکمیل پر معلوم ہوا کہ اس سال بفضل اللہ ایک سو سے زائد احمدی احباب نے فریضۂ حج کی سعادت حاصل کی۔ فالحمدللہ۔ ان میں ایشیا، افریقہ، یورپ سے آنے والے احباب شامل تھے۔ ممکن ہے کوئی دوست امریکہ سے بھی تشریف لائے ہوئے ہوں لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔

مکہ معظمہ میں ہمارا قیام الحرم ہوٹل میں تھا جہاں سے کعبہ شریف چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ ہم نے بفضل اللہ دن اور رات کے ہر حصے میں طواف اور نوافل کی توفیق پائی۔ لیکن کسی وقت بھی زائرین کے ہجوم میں کمی محسوس نہ ہوئی۔ ایرانی اور ترکی حجاج کثیر تعداد میں تھے۔ ان کے قافلے وطن سے ہی پورے نظم کے ساتھ خشکی کے راستے سفر کر کے آتے ہیں اور اسی طریق سے واپس جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ان کی اپنی قیام گاہیں پہلے سے مقرر ہیں۔ اس انتظام کے نتیجے میں ترکی اور ایرانی حجاج کو بہت سی سہولت رہتی ہے۔ طواف کے دوران میں بھی ان کے حجاج اکٹھے رہتے ہیں۔ ایرانی حجاج کی ٹولی تو طواف کے دوران میں بازو میں بازو ڈال کر ایک مضبوط زنجیر بنالیتی ہے جس سے انہیں تو سہولت رہتی ہے اور خواتین اور ضعفاء کو درمیان میں رکھنے سے ان کی حفاظت بھی ہو جاتی ہے لیکن یہ طریق بعض دفعہ دوسرے حجاج کے لئے اذیّت کا موجب ہوتا ہے۔ حجر اسود مقام ملتزم اور مقام ابراہیم کے درمیان جگہ محدود ہونے کی وجہ سے ہجوم کا یہاں زور ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت ہے کہ طواف کے دوران میں خصوصیت سے حجر اسود کے قریب دھکّا پیل نہ ہونی چاہئے تا کہ کسی کی اذیت کا موجب نہ ہو۔ ترکی حجاج نسبتاً اطمینان سے طواف کرتے دیکھے گئے۔ ان کی پہچان ان کے تلفظ سے بھی ہو جاتی ہے۔ ان میں سے اکثر تکبیر میں اللہ اکبر کا تلفظ اللہ ایچر کرتے سنائی دیتے ہیں۔ ممکن ہے یہ لاطینی رسم الخط کا نتیجہ ہو۔ واللّٰہ اعلم بالصّواب۔ 20 کی صبح کو حجاج مکہ معظمہ سے طلوع آفتاب کے بعد روانہ ہو کر منیٰ پہنچے۔ لاریوں اور موٹروں کی کثرت کی وجہ سے بہت اژدھام تھا۔ کثیر تعداد حجاج کی مکہ معظمہ سے منیٰ، منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ، مزدلفہ سے منیٰ اور منیٰ سے واپسی مکہ معظمہ تمام مناسک حج پیدل ادا کرتی ہے۔ حج کے ایام شروع ہونے کے ساتھ ہی ہر سمت سے آنے والے حجاج بیت اللہ کی طرف سے تلبیہ شروع ہو جاتی ہے۔...

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ احرام باندھنے کے ساتھ ہی تین بار تلبیہ کی جاتی ہے۔ دنیا کے ہر گوشے سے جونہی کوئی حاجی حج کے ارادے سے عازم ارضِ حجاز ہوتا ہے وہ تلبیہ کی آواز کرنا شروع کر دیتا ہے اور ایام حج میں متواتر تلبیہ کا ورد ہوتا ہے۔ اب یہ بھی انتظام ہے کہ ان ایام میں مکہ معظمہ سے ریڈیو پر متواتر تلبیہ کا ورد ہوتا ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ سے واپسی کے سفر میں کار کے ریڈیو پر متواتر تلبیہ کا ورد سنائی دیتا تھا اور ہم بھی تلبیہ کرنے میں شامل رہتے تھے۔ اگر ریڈیو بند کر دیا جاتا یا کسی وقت ریڈیو پر تلبیہ کا ورد سنائی نہ دیتا تو ہم اپنے طور پر تلبیہ میں مصروف رہتے اور یہی حالت بقیہ ایام حج میں تھی... لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ جب مسنون دعاؤں اور مناجات میں ذہن اور زبان مصروف نہ ہوتے تو تلبیہ کے کلمات زبان پر جاری رہتے اور دل و دماغ پر ایک ولولے کی کیفیت طاری رہتی۔ ریڈیو پر تلبیہ کا ورد اس قدر شیریں لہجے میں ہوتا تھا اور تلبیہ کے کلمات دل میں ایسی والہانہ کیفیت پیدا کر دیتے تھے کہ آنکھیں متواتر پُر نم رہتی تھیں۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں طبیعت زیادہ تر درود شریف کی طرف مائل رہتی تھی۔ علاوہ مسنون صلوٰۃ اور سلام کے یہ عاجز اکثر اوقات حضرت مسیح موعود کے اپنے الفاظ میں حضورؑ کی طرف سے حضورؐ کے آقا اور محبوب ﷺ پر درود بھیجنے میں مصروف رہتا تھا۔

یا ربِّ صلِّ علیٰ نبیِّک دائماً فی ھٰذہ الدّنیا و بعثٍ ثانی۔ ایام حج میں بھی ان الفاظ میں درود بھیجنے کی سعادت متواتر حاصل ہوتی رہی۔ کان ھٰذا من فضل ربّی۔ مکہ معظمہ سے منیٰ جاتے ہوئے ان تمام کیفیات میں شدّت پیدا ہوگئی۔ دل پگھلا ہوا، زبان ذکر سے تر اور آنکھیں جاری تھیں۔ دائیں بائیں آگے پیچھے جوان، معمر، مرد، عورت، گورے، کالے شمال اور جنوب سے مشرق اور مغرب سے دنیا کے کناروں سے کشاں کشاں لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ کا ورد کرتے ہوئے سوار اور پیدل شاداں و فرحاں وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ...(آل عمران:98) کے فرمان کی تعمیل میں اور من کلِّ فجٍ عمیق کی پُر شوکت پیشگوئی کو سال بہ سال قرناً بعد قرنٍ پورا کرتے ہوئے بصد شوق اور بہزار نیاز منزل بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ سب

چہرے بشاش، سب آنکھیں روشن، سب لبوں پر مسکراہٹ، بلا امتیاز بندہ نواز بلا تفریق محمود و ایاز ایک ہی آقا کے غلام کفن باندھے ہوئے گویا میدان حشر کی جانب کھچے چلے جار ہے تھے لیکن خوف وہراسانی میں نہیں بلکہ اپنے رب کی رحمت کی امید میں اس کے غفران پر تکیہ کئے ہوئے چہرے وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَۃٌ ﴿۳۹﴾ ضَاحِکَۃٌ مُّسۡتَبۡشِرَۃٌ ﴿۴۰﴾ (عبس:39-40)

منیٰ میں کچھ حجاج کا قیام مکہ معظمہ کی طرح عمارتوں میں بھی ہوتا ہے لیکن بیشتر حصے کا قیام معلمین کے زیر انتظام خیموں میں ہوتا ہے۔ تشریفات کے مہمانوں کا انتظام مہمان خانوں میں تھا جہاں سب سہولتیں میسر تھیں، کھانا ہوٹل کی نسبت زیادہ لذیذ تھا۔ اگرچہ مارچ کا مہینہ تھا لیکن موسم میں ابھی سے خاصی گرمی تھی۔ منیٰ میں تمازتِ آفتاب سے محفوظ رہنے کے لئے چھتری کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ پہلے زمانوں کی نسبت پانی آسانی اور فراوانی سے میسر آتا تھا۔ فالحمدللہ پینے کے لئے ٹھنڈے مشروبات منیٰ ہی میں نہیں عرفات اور مزدلفہ میں بھی ملتے تھے۔ معلمین کے انتظام کے ماتحت کیمپوں اور خیموں میں حجاج کے قیام اور طعام کا انتظام مختلف درجوں کا تھا۔ اکثر معلمین اپنے مہمانوں کے لئے ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کی سعی کرتے ہیں لیکن بعض اس معیار پر پورے نہیں اترتے۔ بعض حکومتوں کی طرف سے اپنے حجاج کے اس حکومت کے عمّال کی براہ راست نگرانی میں سب انتظام کیا جاتا ہے۔ مثلاً ترکی اور ایرانی حکومتوں کے علاوہ انڈونیشیا کی حکومت بھی اپنے حجاج کے لئے اپنے عمّال کی زیر نگرانی انتظام کرتی ہے جس سے ان کے حجاج کو بہت سہولت رہتی ہے۔ پاکستانی حکومت کی طرف سے مکہ معظمہ، منیٰ وغیرہ میں طبّی امداد کا انتظام ہوتا ہے اور خود پاکستانی سفیر کبیر اور ان کے افسران اور عملے کے اصحاب حجاج کو ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے میں سعی کرتے ہیں اور ایک خاصی تعداد حجاج کی ان کی مہمان بھی ہوتی ہے۔ منیٰ میں ایک وسیع عمارت میں پاکستانی سفارت خانے کا دفتر اور مہمان خانہ قائم ہوتا ہے۔ لیکن بعض امور ابھی مزید توجہ کے محتاج ہیں۔ مثلاً میری دانست میں سفارت خانے کی طرف سے معلمین کے انتظام کی مزید نگرانی کی ضرورت ہے۔ ایک مفید اقدام یہ ہو سکتا ہے کہ جن معلمین کی طرف سے حجاج کی سہولت کے لئے خاطر خواہ انتظام نہ کیا جاتا ہو ان کے متعلق حکومت کو رپورٹ کی جائے اور ہر سال حکومت بروقت پاکستان میں اعلان کر دیا کہ فلاں معلم کی طرف سے حجاج کے آرام کا خاطر خواہ انتظام نہیں کیا جاتا تا کہ حجاج اپنے آپ کو ایسے معلمین کے سپرد کرنے میں احتیاط کریں۔

عرفات کو جاتے ہوئے منیٰ میں ایک دن رات قیام ہوتا ہے۔ پانچ نمازیں یہاں ادا ہوتی ہیں۔ عزیز انور احمد اور میں عصر کی نماز کے بعد جب اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو عزیزہ امینہ نے کہا آج گرمی کی شدت تکلیف دہ محسوس ہو رہی ہے۔ اس پریشانی میں میں نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی ہے معلوم نہیں ایسی دعا جائز بھی ہے یا نہیں۔ میرے دریافت کرنے پر بتلایا میں نے کچھ اس رنگ میں دعا کی ہے الٰہی ہم تیرے عاجز بندے ہیں اور تیری رضا کے حصول کے لئے تیرے فرمان کی تعمیل میں بیت اللہ کے حج کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ جہاں تُونے فرمایا ہے طواف کرو ہم نے طواف کیا ہے، جہاں تونے فرمایا ہے سعی کرو ہم نے سعی کی ہے، جو تیرے فرمان ہیں وہ سب تیری عطا کردہ توفیق سے بجالائیں گے۔ لیکن ہم آخر تیرے مہمان ہیں، گرمی کی شدت ہو رہی ہے کل ہم سب عرفات کے میدان میں حاضر ہوں گے تجھے سب قدرت ہے تو رحم فرما اور کل کا دن ٹھنڈا کر دے۔ میں نے کہا ایسی دعا بے شک جائز ہے اللہ تعالیٰ مالک ہے لیکن اپنے بندوں کی ناز برداری بھی کرتا ہے کیا عجب کہ تمہاری دعا کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بھا جائے اور وہ ویسا ہی کر دے۔ دوسری صبح فجر سے قبل میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ عزیزہ امینہ سے کہا لو تمہاری دعا کو شرفِ قبولیت بخشا گیا۔ تمام دن موسم خوشگوار رہا اور باد نسیم جاری رہی۔ ظہر اور عصر کے بعد بادل تو چھٹ گئے لیکن ہوا میں پھر بھی خنکی رہی ایک دوبار دن میں کچھ بوندا باندی بھی ہوئی۔ 21 کی صبح کو طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات روانہ ہوئے۔ یہ حج کا دن تھا اس دن حجاج کی بڑی کثرت تھی لیکن عرفات پہنچنے اور وہاں سے اسی شام مزدلفہ واپس پہنچنے کا انتظام بہت اچھا تھا۔ گرد وغبار و لازم تھا لیکن اتنا نہیں جس کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ بحمدللہ موسم خوشگوار تھا۔

تشریفات کی طرف سے یہاں بھی انتظام قابل ستائش تھا۔ ہر خیمے کے باہر مہمانوں کے نام درج تھے۔ اگرچہ تشریفات کے مہمانوں کی تعداد تین ہزار سے زائد تھی لیکن یہاں بھی میدان میں ہر سہولت میسر تھی۔ اگرچہ حجاج ہونے کی حیثیت سے ہر مہمان کمال سادگی سے یہ مبارک دن ذکر الٰہی، استغفار، درود، تلاوت قرآن کریم اور مناسک کے بجالانے میں صَرف کرنے پر آمادہ تھا۔ لیکن تشریفات کی طرف سے مہمان نوازی کے نظام کا تجربہ نہایت خوشکن تھا اور بے ساختہ جلالۃ الملک اور ان کے کارکنوں کے حق میں دلوں سے مخلصانہ دعائیں بلند ہوتی تھیں۔ تشریفات کی مہمان نوازی عام مہمان نوازی کی مانند نہیں تھی۔ اس کے بہت سے پہلو تھے اور ہر پہلو کے متعلق بہت خاطر خواہ انتظام تھا۔ جدّہ پہنچنے پر استقبال، جدّے میں ہر مہمان کی سہولت اور خواہش کے مطابق قیام وطعام اور وسائل آمدورفت کا انتظام، مدینہ منورہ جانے آنے کے سفر کا انتظام اور وہاں کے قیام وطعام کا انتظام۔ اسی طرح منیٰ، مزدلفہ میں تمام ضروری انتظامات، منیٰ میں واپسی، طواف وداع، جدّہ میں واپسی اور جدّہ سے رخصت تک سب ضروری انتظامات۔ یہ سب کچھ ایسی عمدگی سے سرانجام دیا جاتا ہے کہ کسی خاص تکلف کا احساس نہیں ہوتا اور ہر ضرورت بروقت پوری ہوتی ہے اور ہر سہولت میسر ہوتی ہے۔ ایک مقام پر مہمانوں کی ایک بڑی تعداد کے لئے تمام انتظامات کا اِنصرام کوئی ایسا مشکل منصوبہ نہ سہی مختلف مقامات پر چند مہمانوں کے لئے تفصیلی انتظام کوئی اتنا بڑا کارنامہ نہ سہی لیکن ہزاروں مہمانوں کیلئے مختلف مقامات پر ان کی ضروریات اور عادات کے مطابق خاطر خواہ اور ہر پہلو سے آرام دہ اور تسلی بخش انتظام حُسنِ کارکردگی کا ایک نہایت اعلیٰ نمونہ تھا جس کا ایام حج میں دو ہفتوں سے زائد کے دوران میں ہمیں اور باقی سب مہمانوں کو دل خوشکن تجربہ ہوا اور ہر مرحلے پر ہمارے دل میزبانوں کے شکر اور احسان کے احساس سے لبریز رہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

عرفات کے دن ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کی جاتی ہیں اور امام خطبہ دیتا ہے جس کا سننا مسنون ہے اب ریڈیو پر نشر کئے جانے کی وجہ سے تمام حجاج آسانی سے اسے اپنی قیام گاہوں میں بھی سن سکتے ہیں لیکن غروب آفتاب سے قبل عرفات سے روانگی جائز نہیں۔ چونکہ صاحب المعالی السید اسمٰعیل الازہری صدر سوڈان مہمان خصوصی تھے اس لئے ان کی عرفات سے روانگی گویا حجاج کے لئے عرفات سے روانہ ہونے کی اجازت کے مترادف تھی۔ تشریفات کے مہمانوں کی سواریاں بھی مہمان خصوصی کی سواری کے پیچھے ایک ترتیب سے قطار بند ہو چکی تھیں۔ اس انتظام کے نتیجے میں سب مہمان عرفات سے روانگی کے نصف ساعت کے اندر بسہولت مزدلفہ پہنچ گئے۔ یہاں ایک وسیع احاط قناتوں کے حلقے میں مہمانوں کے لئے مخصوص تھا۔ یہاں پہنچتے ہی سب لوگ مغرب اور عشاء کی نمازوں کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ یہ دونوں نمازیں بھی جمع کی جاتی ہیں۔ ریگستانی میدانوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی گرمی ختم ہو جاتی ہے اور رات جلد خشک ہو جاتی ہے ہمیں پاکستان ہی میں متنبہ کر دیا گیا تھا کہ مزدلفہ کی رات کی سردی سے بچاؤ کے لئے کمبل ساتھ ہونے ضروری ہیں چنانچہ ہم نے جدہ سے اپنے طور پر یہ انتظام کر لیا تھا لیکن مزدلفہ پہنچنے پر گدیلے تھے اور کمبل تشریفات کی طرف سے موجود پائے۔ ہمارے پاس جو کمبل تھے وہ بھی بعض مہمانوں کی آسائش کا باعث ہوئے، فالحمدللہ۔

نمازوں سے فارغ ہوتے ہی کھانا تیار تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد نوافل کا وقت میسر آگیا۔ نصف شب کے بعد مزدلفہ سے منی روانگی شروع ہو گئی۔ اس اثناء میں مجھے غالباً گردوغبار کے اثر سے زکام اور گلے میں خراش کی تکلیف شروع ہو گئی۔ ہمارا ارادہ تو تمام شب مزدلفہ میں گزارنے کا تھا لیکن ہمارے مرافق نے جو تشریفات کی طرف سے ہماری رہنمائی اور سہولت کے لئے منیٰ سے ہمارے ساتھ تھے اصرار شروع کیا کہ منیٰ کی واپسی کا وقت ہو گیا ہے میرے اطمینان کے لئے وہ مجھے مہمانوں کے احاطے سے باہر سڑک پر لے گئے اور میں نے دیکھا کہ سڑک پر منیٰ جانے والے حجاج اور ان کی سواریوں کا ہجوم ہے۔ چنانچہ مہمانوں کے احاطے میں واپس آکر ہم نے مطلوبہ تعداد سے کچھ زائد کنکریاں چن لیں اور منیٰ واپس جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ سڑک پر اس وقت بھی خاصا ہجوم تھا لیکن معلوم ہوا کہ بعد میں بتدریج بڑھتا گیا اور دن کے وقت تو سواریوں کی رفتار اس قدر دھیمی ہو گئی کہ مشکل سے ایک گھنٹے میں ایک کلومیٹر طے ہوتا۔ ہمارے وہ دوست جنہوں نے جلسے میں ہمیں مزدلفہ کے لئے کبل عنایت کئے تھے اپنے گھر کے لوگوں کے ساتھ اپنی کار میں تھے وہ کہیں عصر کے وقت منیٰ پہنچے۔ 22 مارچ کو رمی سے فارغ ہو کر قربانی کا انتظام تھا۔ 23 کو جلالۃ الملک کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا اور مکہ معظمہ حاضر ہو کر طواف وداع کی سعادت حاصل کی۔ فریضہ حج کی ادائیگی کی توفیق ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ساتھ ہی دل میں حسرت لئے ہوئے منی واپس لوٹے کہ کم سے کم ایک بار پھر حج بیت اللہ کی توفیق میسر آئے پہلی بار کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسری بار کوتاہیوں اور غفلتوں میں ضرور کمی ہو گی اور فضل اللہ مناسک کے کماحقہ ادا کرنے اور کسب خیر کے مواقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا امکان بھر گا۔ وَاللّٰہُ الۡمُسۡتَعَانُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر

24 کو منیٰ سے جدہ لوٹے۔ عزیز انور احمد اور عزیزہ امینہ تو اسی شام روانہ ہو گئے۔ میں 26 کی صبح کو جدّے سے روانہ ہو کر اور بیروت سے طیار تبدیل کر کے سہ پہر کو لندن پہنچ گیا۔ فالحمدللہ کھائی ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

(''تحدیث نعمت'' صفحہ 722 تا 728 طبع ثانی دسمبر 1982ء ناشر جناب اعجاز احمد صاحب و بشیر احمد صاحب مطبع پرنٹنگ پریس لاہور)

نوٹ: حضرت چوہدری صاحب نے اس کتاب کے جملہ حقوق تصنیف بنگلہ دیش کے فلاحی ادارہ ڈھاکہ بے نیولینٹ ایسوسی ایشن (Dacca Benevolent Association) کو اپنی زندگی میں عطا فرما دیئے تھے۔

حافظ ایچ ایم طارق

# بیت اللہ کی مختصر تاریخ

## (قسط اول)

## تاریخ مکہ

قرآن شریف کے مطابق بیت اللہ وہ پہلا گھر ہے جو مکہ میں لوگوں کی ہدایت کے لئے اور برکت کی خاطر بنایا گیا۔ (آل عمران:97) قرآن کریم میں مکہ اور بکہ دونوں نام مذکور ہیں۔ اصمعی کے نزدیک یہ لفظ عربوں کے قول تمکّکت المخ من العظم سے ماخوذ ہے، جس کے معنے ہڈی سے مغز نکالنے کے ہیں، کیونکہ مکہ فاجر کو اپنے اندر سے نکال دیتا ہے اور بکہ اس لئے کہا گیا کہ یہاں لوگ ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ دونوں ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔ کیونکہ عربی میں میم باء سے بدل جاتا ہے۔ تاہم بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ دو مختلف جگھوں کے نام ہیں مکہ شہر کا نام اور بکہ کعبہ کا نام ہے یا مکہ کا اطلاق سارے حرم پر اور بکہ صرف مسجد الحرام یا کعبہ پر۔

یہ بھی لکھا ہے کہ مکہ سے مراد لوگوں کے اکٹھا ہونے کی جگہ ہے جہاں طواف کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک مکہ فج روحاء سے تنعیم تک وسیع ہے اور بکہ بیت اللہ سے بطحاء تک محدود۔

مکہ کے اور بھی کئی نام ہیں جن کے معانی و مفہوم سے اس کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ صلاح (نیکی)، ام رحم (رحم کی ماں)، ام زحم (بھیڑ بھری)، الباسہ (شدت والی)، الناسہ (لوگوں والی)۔ اسی طرح مکہ کے دیگر نام بیت العتیق (بیت العقیق)، بیت الحرام (عزت والا گھر)، البلدۃ (شہر)، البلد الامین (امن والا شہر)، المامون (محفوظ)، امّ القریٰ (بستیوں کی ماں)، العرش (تخت شاہی)، القادس (پاک)، الرأس (سر)، البنیّۃ (بنیاد)، الکعبہ (چکور)، بکۃ (بار بار لوٹنے کی جگہ)، النساسۃ (بے آب وگیاہ)۔ الحاطمۃ (جس زمین پر کثرت سے قدم پڑیں)، المقدستہ (پاک) وغیرہ۔

(بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب لمحمود۔الجزء الاول ص 227,228 تفسیر ابن کثیر مطبوعہ دارالطیبہ جلد2ص 78 تاریخ الکعبۃ المعظمہ لحسین عبداللہ باسلامۃ ص 10، 11 مطبعہ الشرقیہ)

یہ بھی کہا گیا کہ مکہ یا بکہ بابلی زبان کا لفظ ہے جس کے معنے البیت یعنی خاص گھر کے ہیں۔ یہ نام عمالقہ نے رکھا تھا۔

(تاریخ الاسلام السیاسی لحسن ابراہیم حسن مطبوعہ دارالجیل ص 63)

عرب کا مرکز مکہ تھا اس بستی کی زیادہ قدیم تاریخ کا تو علم نہیں، تاہم یہ پتہ چلتا ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے بعد جرہم اور اولاد اسمٰعیل نے اسے بسایا۔ ابتداءً یہ ایک نہایت تنگ، مگر طویل اور بے آب وگیاہ وادی تھی۔ البتہ اس کے فزاری علاقہ میں کڑوا پانی ملتا تھا۔ (جدہ سے اس کا فاصلہ 45 میل ہے) اس سے پہلے یہاں عمالقہ آباد ہوئے۔ حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کی وجہ سے جرہم قبیلہ مکہ میں آ کر سکونت پذیر ہوا۔

قرآنی بیان کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ خانہ کعبہ کی پرانی بنیادوں پر خدا کے گھر کی نئی تعمیر کی تھی۔ (البقرہ:128) حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ تقریباً چار ہزار سال قبل ہے۔ آپؑ عراق کے قدیم شہر بابل اُور میں مبعوث ہوئے۔ آپ حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے تھے جب آپ نے توحید کی تبلیغ کی تو بادشاہ وقت اور آپ کی قوم نے مخالفت کی۔ چنانچہ آپ نے عراق سے مصر یا شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ مصر کے بادشاہ رقیون یا طوطیس (جو دراصل بابل کا باشندہ تھا) کے ساتھ حضرت سارہ والا واقعہ پیش آیا اور اس نے حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیمؑ کے حوالہ کیں۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ہاجرہ اس بادشاہ کی بیٹی یا اس کے شاہی خاندان میں سے تھیں۔

(تاریخ ارض القرآن از سید سلیمان الندوی جلد دوم ص 41)

حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ہاجرہ کے بطن سے اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیلؑ کنعان کے قریب کسی مقام پر پیدا ہوئے (پیدائش باب 16 آیت 11) اسماعیل عبرانی نام ہے بائبل اس کے یہ معنی بیان کرتی ہے ”خداوند نے تیرا دکھ سن لیا“۔ (پیدائش باب 16 آیت 11) عربی زبان میں بھی اس کے یہی معنی ہیں کہ خدا نے سن لی۔ ابھی آپ بچے تھے کہ ان کی سوتیلی ماں سارہ نے کسی بات پر ناراض ہو کر حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو گھر سے نکال دو، جس پر وہ رنجیدہ خاطر ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا: ”رنجیدہ مت ہو جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کر، اسحاق تیری اولاد ہے مگر مجھے ہاجرہ کے فرزند سے ایک قوم بنانا ہے۔“ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے برّاق پر سینکڑوں میل کا سفر کر کے اسماعیل اور ہاجرہ کو حجاز کے اندر وادئ بکہ میں آباد کیا جو اس وقت غیر آباد اور ویران وادی تھی۔

(پیدائش باب 21 آیت 13،12۔ تاریخ الخمیس جلد 1 ص 105)

حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ اور ان کے دودھ پیتے بچے اسماعیل کو ایک بڑے درخت کے پاس کعبہ کے نزدیک لا کر چھوڑ دیا۔

اس وقت وادی مکہ میں کوئی ذی روح نہیں تھا۔ پینے کے لئے پانی تک نہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا بھرا ہوا ایک مشکیزہ رکھا اور انہیں اس بیابان میں چھوڑ کر چل دیئے۔ ہاجرہ یہ ماجرا دیکھ کر حیران ہوئیں اور حضرت ابراہیمؑ کے پیچھے جا کر پوچھنے لگیں کہ اے ابراہیم! ہمیں اس ویرانے میں جہاں نہ آدم ہے نہ آدم زاد اکیلے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں، یہ فقرہ آپ نے کئی بار دہرایا مگر حضرت ابراہیمؑ (فرط غم سے) کوئی جواب نہ دے پائے، حضرت ہاجرہ سمجھ گئیں اور بولیں ”کیا اللہ کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں؟“ حضرت ابراہیمؑ نے اثبات میں جواب دیا، حضرت ہاجرہ فرمانے لگیں: ”پھر اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا،“ حضرت ابراہیمؑ جب بیوی اور بچے کی نظر سے اوجھل ہوئے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ (ابراہیم:38)

(بخاری کتاب الانبیاء باب النسلان فی المشی)

ادھر حضرت ہاجرہ پانی پی کر بچے کو دودھ پلاتی رہیں۔ جب پانی ختم ہوا تو ماں بیٹے دونوں کو پیاس محسوس ہوئی۔ یہاں تک کہ اسماعیل شدت پیاس سے تڑپنے لگے۔ حضرت ہاجرہ سے لخت جگر کی یہ حالت کیسے دیکھی جاتی، آپ دوڑ کر قریب ترین پہاڑی صفا پر چڑھیں اور وادی کی طرف دور تک دیکھا کہ کوئی جاندار ہو مگر کوئی نہ تھا، پھر وادی میں اتریں اور قمیص سمیٹ کر دوڑتے ہوئے، تھکی ہاری ہوئی وادی عبور کی، پھر مروہ پہاڑی پر گئیں اور وہاں کھڑے ہو کر حد نظر تک دیکھا مگر کچھ نہ پایا سات مرتبہ صفا و مروہ پر دوڑیں اور چکر لگاتی رہیں۔ مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آخری دفعہ مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنائی دی۔ دیکھا تو زمزم کی جگہ ایک فرشتہ کھڑا پایا۔ اس نے پاؤں یا پر سے جگہ کھودی تو پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ پانی کے گرد حوض بنانے لگیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے ”خدا ہاجرہ پر رحم کرے اگر وہ پانی نہ روکتیں تو زمزم ایک بہنے والا چشمہ ہوتا“۔ خیر! حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور چلّوؤں سے مشکیزہ بھی بھر لیا اور بچے کو دودھ پلایا۔ تب فرشتے نے حضرت ہاجرہ سے کہا کہ ہلاک ہو جانے کا اندیشہ نہ کر، اس جگہ خدا کا گھر ہے جسے یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ (تعالیٰ) اس گھر والوں کو کبھی ضائع نہیں کرے گا، اس وقت کعبہ زمین سے ٹیلے کی صورت میں ابھرا ہوا تھا، سیلاب اسے دائیں اور بائیں اطراف سے نقصان پہنچاتے تھے۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب النسلان فی المشی)

الغرض حضرت ہاجرہ اس طرح کچھ عرصہ قیام فرما رہیں۔ یہاں تک کہ یمن کے جرہم قبیلہ کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا انہوں نے بالائی مکہ (نجد کی طرف کے علاقہ) سے کداء کے راستے سے اسفل مکہ (یعنی اس کے نچلے اور نشیبی حصہ) میں آ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ وہاں ایک پرندہ اڑتا ہوا دیکھا اور کہا کہ یہ پرندہ تو پانی پر گھومتا ہے اور ہمارا اس وادی سے جو سابقہ واسطہ ہے اس کے مطابق اس جگہ پانی نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے کچھ آدمی بھیجے تو انہیں پانی مل گیا، واپس آ کر انہوں نے قافلہ کو اطلاع کی۔ وہ سب لوگ بھی پانی پر آ گئے، حضرت ہاجرہ پانی پر موجود تھیں۔ قبیلہ والوں نے کہا ”کیا آپ ہمیں اس پانی کے پاس پڑاؤ کی اجازت دیتی ہیں“۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا: اس شرط پر کہ پانی میں تمہارا کوئی حق ملکیت یا حصہ نہ ہو گا۔ ام اسماعیل کو جرہم قبیلہ کے وہاں آنے سے دلی مسرت ہوئی کیونکہ آپ آبادی کو پسند کرتی تھیں۔ چنانچہ جرہم

قبیلہ کے لوگ وہاں آباد ہو گئے اور اپنے اہل و عیال کو بھی بلا لیا یہاں تک کہ ان کے کافی گھرانے وہاں جمع ہو گئے۔ حضرت اسماعیلؑ کی زبان عبرانی تھی۔ کچھ بڑے ہوئے تو اس قبیلہ سے عربی زبان کا لکھنا پڑھنا سیکھا، آپ لڑکپن میں ہی اہل قبیلہ میں معزز اور محبوب تھے، جوان ہوئے تو آپ کی شادی جرہم قبیلہ کی ایک عورت سے کر دی گئی۔ اس دوران حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسماعیلؑ کی شادی کے بعد حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ سے ملنے مکہ آئے، حضرت اسماعیلؑ شکار کے سفر پر گئے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آپ کی بیوی سے ان کے متعلق پوچھا اور احوال معاش دریافت کئے، عرصہ بعد حضرت ابراہیمؑ دوبارہ تشریف لائے اور بیٹے کی نئی بیوی سے حالات پوچھے تو اس نے حالات کا ذکر کر کے اللہ کی حمد کی۔ انہوں نے پوچھا تمہاری غذا کیا ہے؟ بہونے بتایا گوشت اور پانی۔ تب حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی اے خدا ان کے گوشت اور پانی میں برکت ڈال۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ان دنوں غلّہ نہیں ہوا کرتا تھا اگر ہوتا تو اس کے لئے بھی حضرت ابراہیمؑ دعا فرماتے۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان)

جیسا کہ ذکر ہوا حضرت اسماعیلؑ کی جرہم قبیلہ میں شادی ہوئی تھی ان کی وفات پر بڑے بیٹے نابت کعبہ کے متولی ہوئے پھر تولیت جرہم کے پاس آ گئی۔ ان کا زمانہ 207ق م ہے۔ یہاں تک کہ ان کی حکومت و شوکت دوبالا ہو گئی، لیکن انہوں نے کعبہ کے اموال کا ناجائز استعمال کیا اور اہل مکہ اور وہاں داخل ہونے والوں پر ظلم کیا۔

(تاریخ الاسلام السیاسی ص 63)

جرہم اور قطوراء ہر دو چچازاد بھائی تھے جن کے نام پر ان کے قبائل بنے۔ یہ یمن سے ہجرت کر کے نکلے، جرہم کا سردار مضاض بن عمرو اور قطوراء کا السّمیدع تھا۔ مکہ کے قریب سے گزرے تو یہ جگہ انہیں پسند آئی۔ جرہم نے بالائی مکہ میں قعیقعان مقام پر سکونت اختیار کی اور قطوراء نے زیریں مکہ میں۔ یہ دونوں ان اطراف سے آنے جانے والوں سے عشر وصول کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں جنگ ہو گئی السّمیدع کے قتل کے بعد قطوراء شکست کھا کر صلح پر رضامند ہو گئے۔ جرہم قبیلہ اور اولاد اسماعیل مکہ میں بڑھتے رہے۔ انہوں نے جرہم سے قرابت اور حرم کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی مزاحمت نہ کی اور جب وہ زیادہ ہو گئے تو یہاں سے ہجرت کر گئے، کعبہ کے متولی جرہم ہی رہے۔

(سیرت ابن ہشام جلد 1 ص 111)

واقعہ سیل العرم یعنی یمن کے ڈیم کا بند ٹوٹ جانے کے ہولناک طوفان کے بعد وہاں کا خزاعہ قبیلہ یہاں آ کر آباد ہوا۔ اس نے بنو بکر سے مدد مانگ کر مکہ پر چڑھائی کی اور غالب آ گئے۔ اس وقت ان کا سردار عمرو بن لحی تھا۔ جس کے بعد جرہم قبیلہ واپس یمن کی طرف ہجرت کر گئی۔ خزاعہ قبیلہ تین سو سال تک کعبہ کا متولی رہا، قریش اس وقت متفرق تھے، خزاعہ نے بھی کعبہ میں کئی فاسد امور شامل کر دیئے خصوصاً بت پرستی کی ابتداء اور ہبل بت کی عبادت۔ ان کا آخری متولی حلیل بن حبشیہ تھا۔

(تاریخ الاسلام السیاسی ص 61,62)

قریش کے جدّ امجد قصّی بن کلاب نے حلیل کی بیٹی سے شادی کی اس کے بطن سے عبد الدار، عبد مناف، عبد العزیٰ اور عبد اپیدا ہوئے، جب قصّی کی اولاد بڑھی۔ مال زیادہ ہو گیا اور عزت کو چار چاند لگ گئے تو قصّی نے سوچا کہ وہ خزاعہ سے زیادہ کعبہ کی ولایت کا مستحق ہے کیونکہ قریش اسماعیلؑ کی اصل اولاد ہیں۔ اس نے قریش اور بنو کنانہ کے لوگوں سے مشورہ کیا اور خزاعہ کو مکہ سے نکال دینے کی تحریک کی جسے انہوں نے قبول کر لیا اور قصّی کی مدد کی۔ جنگ میں دونوں کے آدمی مارے گئے۔ عمرو بن عون حَکم مقرر ہوئے، اس نے کعبہ کی ولایت کا فیصلہ قصّی کے حق میں کیا اور خزاعہ کے مقتولین کی دیتیں اس کے ذمہ ٹھہریں۔ جبکہ قصّی کے مقتولین کی دیتیں معاف کر دی گئیں اور خزاعہ کو مکہ چھوڑنے کا فیصلہ سنایا گیا، اس فیصلہ کے بعد قصّی کعبہ کے متولی ہو گئے انہوں نے قریش کو وہاں جمع کیا اور کعبہ کا جملہ انتظام سنبھال لیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول ص 111 تا 125)

الغرض پانچویں صدی عیسوی میں قریش نے دوبارہ طاقت حاصل کر کے نہایت حکمت عملی کے ساتھ خزاعہ سے ولایت کعبہ واپس لے لی، 440ء میں قصّی بن کلاب نے یہ ولایت سنبھالی، خزاعہ یہاں سے کوچ کر کے مرّ الظہران مقام پر جا کر آباد ہوئے جسے وادیٔ فاطمہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد قریش کا اثر و نفوذ بڑھتا چلا گیا۔

(تاریخ الاسلام السیاسی ص 62,63)

یہ روایت بھی ہے کہ حلیل کی بیٹی حبّٰی (زوجہ قصّی) کے لئے بوقت وفات حلیل نے وصیت کرنا چاہی کہ تولیت کعبہ اس کے سپرد ہو۔ اس نے کمزوری کا عذر کیا تو حلیل نے اپنے بیٹے محترش یا ابوغبشان کے حق میں یہ وصیت کر دی جو ایک کمزور اور شرابی انسان تھا۔ قصّی نے اس سے منصب تولیت ایک مشک شراب کے عوض اس وقت خرید لیا جب وہ سخت نشہ کی حالت میں تھا یا شراب ختم ہو گئی تھی۔ اس پر دونوں قبائل میں جنگ ہوئی اور قصّی کے حق میں فیصلہ ہوا۔

(تمدن عرب (جرجی زیدان) ترجمہ اردو ص 24)

## تاریخ کعبہ

کعبہ کا نام اس کے چوکور ہونے کی وجہ سے ہے۔ عرب ہر مربع شکل گھر کو کعبہ کہتے ہیں۔ مقاتل کے نزدیک یہ نام کعبہ کی منفرد تعمیر کے باعث ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین سے بلند ہونے کے باعث کعبہ کہلایا۔ ابن اثیر کے مطابق بیت الحرام کا نام کعبہ اسی وجہ سے رکھا گیا۔ (نہایہ)

کعبہ کی قدیم تاریخ اس ارشاد باری سے ظاہر ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ... (آل عمران: 97) ترجمہ: یقیناً پہلا گھر جو بنی نوع انسان (کے فائدے) کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو بکہ میں ہے۔ (وہ) مبارک اور باعث ہدایت بنایا گیا تمام جہانوں کے لئے۔ بائبل میں بھی خانہ کعبہ کی عظمت کا ذکر ہے چنانچہ لکھا ہے:

”اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عفیفہ کی سانڈنیاں آ کر تیرے گرد بے شمار ہوں گی۔ وہ سب سبا سے آئیں گے اور سونا اور لبان لائیں گے اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گے۔ قیدار کی سب بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی نبایوت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میرے مذبح پر مقبول ہوں گے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو جلال بخشوں گا“۔

(یسعیاہ باب 60 آیت 7,6)

عیسائی اسے یروشلم پر چسپاں کرتے ہیں مگر اس پیشگوئی کی ساری کی ساری علامات یروشلم کی بجائے خانہ کعبہ کی شان اور عظمت کو ظاہر کرتی ہیں۔

تاریخ کعبہ کے بارہ میں مختلف اقوال مذکور ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے بھی پہلے یہ گھر بنایا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ یعنی اس شہر کی حرمت اس دن سے ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔

(بخاری کتاب الجزیہ باب اثم الغادر للبر والفاجر)

امام رازیؒ کے نزدیک کعبہ کی اولیت ظاہری اور مادی اعتبار سے نہیں بلکہ دو وجوہ سے ہے۔

**اول**۔ یہ تمام لوگوں کے لئے بطور معبد سب سے پہلے تعمیر کیا گیا یعنی سب سے پہلا دینی اجتماعی گھر ہے۔

**دوم**۔ تمام عالمین کے لئے برکت اور ہدایت کا موجب ہے۔

کعبہ کی تاریخ کے سلسلہ میں ایک روایت حضرت ابوذرؓ کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا سب سے پہلے روئے زمین پر کون سی مسجد تعمیر ہوئی، فرمایا مسجد حرام یعنی بیت اللہ۔ میں نے عرض کیا پھر کون سی فرمایا مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ ہے فرمایا چالیس سال۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی)

حضرت سید زین العابدین شاہ صاحب اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی ابتداء حضرت ابراہیمؑ ہی کے ذریعہ ہوئی۔ ایک کی تجدید ہوئی اور دوسرے کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ایک بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کیا تو دوسرے بیٹے اسحاقؑ کے ساتھ بیت ایل یا بیت المقدس کی بنیاد رکھی۔ جس کے درمیان 40 سال کا عرصہ بنتا ہے۔

تعمیر کعبہ یعنی بیت اللہ کے متعلق مختلف اقوال مؤرخین نے بیان کئے ہیں۔ بعض نے تین تعمیرات کا ذکر کیا ہے بعض نے چار بعض نے پانچ بعض

نے دس اور بعض نے بارہ۔ اس اختلاف کی وجہ کعبہ کے سنگ بنیاد، اس کی تعمیر اور مرمت کے مابین پیدا ہونے والا اشتباہ ہے۔ جن مؤرخین کے مطابق کعبہ کی تعمیر آج تک چند دفعہ ہوئی اس میں ملائکہ اور حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، ابن زبیر اور حجاج کی پانچ تعمیرات شامل ہیں۔ اور بارہ تعمیرات کی روایت کے مطابق مندرجہ ذیل بیان کی گئی ہیں۔

1۔ ملائکہ کی تعمیر
2۔ حضرت آدمؑ
3۔ حضرت شیثؑ
4۔ حضرت ابراہیمؑ
5۔ عمالقہ
6۔ جرہم
7۔ قصّی
8۔ عبدالمطلب
9۔ قریش
10۔ عبداللہ بن زبیر
11۔ حجاج
12۔ سلطان مراد

اب ان تعمیرات کی کسی قدر تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

## 1۔ ملائکہ کی تعمیر کعبہ

ازرقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام علی بن حسینؒ سے طواف کعبہ کے دوران کسی نے پوچھا کہ اس گھر کے طواف کی ابتدا کب، کیسے اور کس طرح ہوئی انہوں نے بتایا کہ ملائکہ کے قول اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا (البقرہ: 31) پر اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا۔ فرشتے عرش سے چمٹ کر تضرع کر کے عفو کے طالب ہوئے اور عرش کا طواف کیا، پھر اللہ نے عرش کے نیچے ایک عظیم الشان 'بیت المعمور' بنایا اور فرشتوں نے اس کا طواف کیا پھر اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے لئے زمین میں اسی قسم کا گھر بناؤ اور اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو بھی حکم دیا کہ اس گھر کا طواف کریں۔ یہ روایت بھی ہے کہ فرشتوں نے یہ گھر پیدائش آدمؑ سے دو ہزار سال قبل بنایا تھا۔

(تاریخ الکعبہ ص 19)

## 2۔ حضرت آدمؑ کی تعمیر کعبہ

ازرقی کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جنت سے زمین پر بھیجا تو انہوں نے شکایت کی کہ میں فرشتوں کی آواز نہیں سن پاتا، جواب ملا اس کا باعث تیرا گناہ ہے اور ارشاد ہوا کہ میرے لئے ایک گھر بنا اس کا طواف کر اور میرا ذکر کر۔ آدمؑ مکہ پہنچے اور جبرائیل کی مدد سے یہ گھر تعمیر کیا۔ آپ نے پانچ پہاڑوں لبنان، طور سیناء، طور دینا، جودی اور حراء کے پتھر استعمال کئے۔ ابن جریر کے بقول بیت اللہ کی بنیادیں آدمؑ نے رکھی تھیں۔ جنہیں ابراھیمؑ نے اٹھایا۔ تقی الفاسی نے بیہقی میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو کی روایت نقل کی ہے کہ اللہ نے جبرائیلؑ کو آدمؑ اور حوّاء کی طرف بھیجا کہ میرے لئے گھر بناؤ۔ جبرائیلؑ نے نقشہ بنایا، آدمؑ زمین کھودنے اور حوّا مٹی ڈھونے لگیں۔ تعمیر کے بعد طواف کا ارشاد ہوا کہ آپ لوگوں میں سب سے پہلے ہو اور یہ گھر سب سے پہلا گھر ہے پھر کئی قومیں گزریں، حضرت نوحؑ نے اس کا حج کیا، ابن کثیر نے یہی روایت لی ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 1 ص 158)

امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ آدمؑ نے زمین میں وحشت و بیابانی کی شکایت کی تو اللہ نے کعبہ بنانے کا حکم دیا۔ طوفان نوحؑ کے وقت کعبہ کے نشانات اور آثار محو ہو گئے اور پھر پوشیدہ رہے یہاں تک کہ حضرت جبرائیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس کی اطلاع دی۔

(تاریخ الکعبہ ص 23)

## 3۔ حضرت شیثؑ کی تعمیر

ازرقی کی روایت ہے کہ آدمؑ نے بیت اللہ کی جگہ پر مکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ خیمہ لگایا تھا، ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت شیثؑ نے مٹی اور پتھر سے یہ گھر تعمیر کیا شاید اسی لئے بعض مؤرخین نے حضرت شیثؑ کو پہلی دفعہ کعبہ تعمیر کرنے والا ذکر کیا ہے، اور اگر حضرت آدمؑ کی تعمیر مٹی پتھر سے تھی تو اس کے خراب ہو جانے کے بعد حضرت شیثؑ نے اسے دوبارہ تعمیر کیا ہوگا۔

(تاریخ الطبری جلد 1 ص 102 دار الکتب العلمیہ بیروت۔ عیون الاثر لابن سید الناس جلد 1 ص 77 بیروت۔ تاریخ الکعبہ ص 28)

## 4۔ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر بیت اللہ

حضرت ابراہیمؑ شام سے اپنے بیٹے اسماعیل اور بیوی ہاجرہ کے ساتھ نکلے۔ ان کو براق پر سوار کیا، جبرائیل رہنما تھے، مکہ پہنچے۔ جبرائیلؑ نے بیت اللہ کی طرف اشارہ کیا جو ایک ابھری ہوئی سرخ رنگ کی بلند جگہ تھی اور ڈھیلے پڑے ہوئے تھے اور ہاجرہ سے کہا اسے ابراہیم اور اسماعیل تعمیر کریں گے۔ چنانچہ آدمؑ کی ان بنیادوں پر حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی تعمیر کی۔ جب حضرت ابراہیمؑ تیسری مرتبہ مکہ تشریف لائے۔ حضرت اسماعیلؑ زمزم کے قریب بڑے درخت تلے تیر درست کر رہے تھے۔ ملاقات، آداب فرزندانہ اور شفقت پدرانہ کے بعد آپؑ نے بیٹے سے فرمایا: ''اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے''۔ اسماعیلؑ نے عرض کی آپ کے رب نے جو حکم فرمایا ہے اسے بجا لایئے۔ ابراہیمؑ نے پوچھا 'میری مدد کرو گے' اسماعیلؑ نے اثبات میں جواب دیا، تب ابراہیمؑ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں۔''

آپؑ نے مقام کا پتھر رکھا اور اس پر کھڑے ہوئے، آپؑ تعمیر کرتے جاتے تھے اور اسماعیلؑ آپؑ کو پتھر پکڑواتے تھے اور دونوں دعا کر رہے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (البقرہ: 128) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرمالے۔ یقیناً تو بہت سننے والا اور بہت علم رکھنے والا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کعبہ کی چار دیواری کی تعمیر مکمل کر لی۔ حضرت ابراہیمؑ نے حجر کو بیت اللہ میں شامل کیا، اس سے پہلے وہ اسماعیلؑ کی بکریوں کا باڑا تھا۔ آپ نے پتھر ایک دوسرے پر رکھ کر تعمیر کی اور چھت نہیں بنائی تھی۔ البتہ دروازہ بنایا تھا اور دروازے کے پاس اندر کی طرف ایک کنواں بھی کھودا تھا جو کعبہ کے مخزن (خزانہ رکھنے کی جگہ) کے طور پر تھا۔ تعمیر بیت اللہ کے بعد جبرائیلؑ نے ابراہیمؑ کو مناسک حج سکھلائے۔ دونوں باپ بیٹا عبادات حج بجالائے۔ بعد میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسحاقؑ اور سارہ نے بھی بیت المقدس سے آ کر حج کیا۔ وہ پھر شام لوٹ گئے اور وہیں وفات پائی۔ حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کے مشرق اور مغرب میں دو دروازے لگائے تھے۔ جس کے تختے (کواڑ) بعد میں تبّع حمیری نے لگوائے۔ تقی الفاسی کے مطابق بیت اللہ گول تھا اور دو رکن یمانی موجود تھے۔ چار رکن بعد میں بنے۔

(تاریخ الکعبہ ص 31)

یہ روایت بھی ہے کہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے جرھم قبیلہ سے مدد مانگی جو اس وقت بیت اللہ کے ارد گرد آباد تھے چنانچہ انہوں نے کعبہ کی تعمیر میں مدد کی۔

(انساب الاشراف للبلاذری ص 8)

## 5۔ عمالقہ کی تعمیر

ازرقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ کعبہ گر گیا تو عمالقہ نے اسے تعمیر کیا، مؤرخ طبری کی بھی یہی رائے ہے۔ اگرچہ بعض روایات میں ابراہیمؑ کے بعد عمالقہ سے پھر جرہم کی تعمیر کا ذکر ہے لیکن یہ اختلاف ان دونوں قبائل میں جنگوں اور یکے بعد دیگرے مکہ پر برسراقتدار آنے کے باعث ہے۔

(تاریخ الکعبہ ص 44)

## 6۔ جرہم کی تعمیر کعبہ

واقدی کی روایت ہے کہ کعبہ مکہ کے اوپر کی طرف سے سیلاب آنے کے باعث گر گیا تو جرہم قبیلہ نے حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر اسے پھر تعمیر کیا اور اس کے دروازوں پر تالے لگائے اور کئی نئی باتیں اس میں شامل کر دیں۔

مؤرخ مسعودی نے 'مروج الذھب' میں لکھا ہے جرہم اور عمالقہ کی جنگ ہوئی اور ولایت کعبہ عمالقہ کے پاس چلی گئی پھر جرہم کے پاس آئی اور یہ تین سو سال متولّی کعبہ رہے۔

سہیلی نے 'روض الانف' میں لکھا ہے کہ جرہم کے زمانہ میں ایک شخص نے کعبہ کے مال کی چوری کی۔ وہ اس خزانے والے کنوئیں میں داخل ہوا

تو اوپر سے پتھر گر پڑا جس نے اسے روک لیا۔ آخر اسے نکالا گیا اور مال لے لیا گیا۔ پھر اللہ نے اس خزانہ کی حفاظت کے لئے ایک اژدھا بھیجا جس کا سر بکروٹے کے سر کی طرح تھا۔ سفید پیٹ اور سیاہ پشت تھی۔ وہ کعبہ کے کنوئیں میں پانچ سو سال رہا۔ واللہ اعلم (تاریخ الکعبہ ص 45) ممکن ہے یہ تعمیر محض مرمت کی حد تک محدود رہی ہو۔

## 7۔ قصّی کی تعمیر کعبہ

رسول اللہ ﷺ کے جدِّ امجد قصّی بن کلاب کے ذریعہ جب تولیت کعبہ قریش میں آئی تو انہوں نے کعبہ کو گرا کر ایسی تعمیر کی کہ اس سے پہلے ایسی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے دَوم کی عمدہ لکڑی سے چھت ڈالی اور کھجور کی شاخیں استعمال کیں۔ یہ تعمیر بھی ابراہیمی بنیادوں پر تھی۔

(تاریخ الکعبہ ص 48)

## 8۔ عبدالمطلب کی تعمیر

صرف ایک مؤرخ تقی الفاسی نے عبدالمطلب کی تعمیر کعبہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھے عبداللہ بن ملک مرجانی کی ایک تحریر ملی ہے کہ جدِّ نبی نے قصّی کے بعد قریش کی تعمیر سے قبل کعبہ کی تعمیر کی۔ مصنف تاریخ الکعبہ نے اس روایت کو محل نظر اور وہم قرار دیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تعمیر بھی محض مرمت کی حد تک محدود ہو کیونکہ کعبہ کو سیلابی بارشوں سے نقصان پہنچنا ایک امر مسلّم ہے۔

(تاریخ الکعبہ ص 49)

## 9۔ قریش کی تعمیر

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ جاہلیت میں کعبہ چٹان نما پتھروں سے بنا تھا، مٹی کا گارا استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے اس حلقہ کی طرح دو رکن تھے۔

زہری کی روایت ہے کہ کعبہ کے خادم کے آگ جلانے سے شرارے اڑے جو غلاف کعبہ پر پڑے اور وہ جل گیا قریش اسے گرا کر تعمیر کرنے کے بارہ میں خوفزدہ تھے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سیلاب کے باعث کعبہ کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے، دوسرے کچھ لوگوں نے کعبہ کا خزانہ بھی چرایا جس سے قریش کو کعبہ کی از سر نو تعمیر اور اس پر چھت ڈالنے کا خیال پیدا ہوا مگر احترامًا وہ اسے گرانے سے ہچکچاتے تھے۔ کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ایک رومی جو ساحل عدن کے ساتھ تجارت کیا کرتا تھا، کشتی پر مال تجارت لا رہا تھا کہ مکہ کی بندرگاہ 'شعیبہ' (جدّہ کا پرانا نام ہے) پر اس کی کشتی ٹوٹ گئی قریش کو علم ہوا تو ولید بن مغیرہ قریش کے چند لوگوں کو ساتھ لے کر کشتی کی لکڑی خریدنے گئے انہیں معلوم ہوا کہ رومی قافلہ میں ایک بڑھئی بھی ہے تو وہ اسے بھی ساتھ لائے اور رومی تاجر سے یہ سودا ہوا کہ اس کا مال تجارت اور قافلہ قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام لے جایا جائے گا اور اسے مکہ میں بھی مال بیچنے کی اجازت ہو گی نیز اس سے عشر وصول نہیں کیا جائے گا اس کے عوض تاجر نے کشتی کی لکڑی قریش کو دے دی۔ رومی نجار کا نام باقوم تھا اس نے معمار کا کام کیا اور مکہ کے ایک قبطی شخص نے جو بڑھئی کا کام کرتا تھا، تعمیر کے لئے سامان تیار کیا، لکڑی مکہ آنے پر اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے رب کا گھر تعمیر کریں گے، سب لوگوں نے تعاون کا عہد کیا، ابووھب بن عمرو مخزومی نے کہا اے قبیلہ قریش! کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال کمائی شامل کرنا، کنچنی کی کمائی، سودی رقم یا کسی پر زیادتی کر کے حاصل کیا ہوا مال اس میں شامل نہ کرنا۔

تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں سامنے کے حصہ کی تعمیر کے بارہ میں اختلاف ہوا کہ یہ مقدس فرض کون سعادت مند انجام دے، امیّہ بن مغیرہ نے تجویز پیش کی کہ کعبہ کے چار حصے مقرر کرلو اور قبائل کی بھی چار حصوں میں تقسیم کرلو پھر قرعہ اندازی سے طے کرلو کہ کون سا حصہ کون تعمیر کرے۔ چنانچہ کعبہ کے اندر ہبل بت کے سامنے قرعہ اندازی ہوئی اور اس تقسیم پر سب راضی ہو گئے۔

جب تعمیر کے جملہ انتظامات مکمل ہو گئے تو کعبہ کو گرانے کا نازک مسئلہ درپیش آیا۔ قریش نے کعبہ کا تمام مال، زیورات اور حضرت ابراہیمؑ کے قربانی والے مینڈھے کے سینگ نکال کر ابو طلحہ عبداللہ بن عبدالعزی کے پاس رکھے۔ ہبل بت کو باہر نکالا گیا۔ جب کعبہ کو گرانے لگے تو خزانہ کی حفاظت کرنے والا اژدھا کنوئیں سے نکل آیا۔ چنانچہ سب لوگ ہٹ کر مقام ابراہیمؑ پر آ گئے۔ اس پر ولید بن مغیرہ نے قریش سے کہا کہ کیا تمہیں کعبہ کے گرانے میں اصلاح مدّ نظر نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے کہا پھر اصلاح کرنے والوں کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔ تب انہوں نے دعا کی کہ 'اے خدا اگر اس گھر کے گرانے میں تیری رضا ہے تو اس اژدھا کو ہم سے ہٹا دے۔ چنانچہ قضائے آسمانی سے عقاب نما پرندہ نمودار ہوا، اژدھا کعبہ کی دیواروں پر منہ کھولے کھڑا تھا، پرندے نے اسے سر سے پکڑا اور اچک کر لے گیا۔ ولید نے کہا: اللہ تمہارے فعل سے راضی ہے اور اس نے تمہاری حقیر پونجی کو قبول فرمایا ہے۔ پس اب اسے گرادو، قریش کو پھر بھی اس کے گرانے میں تامّل ہوا۔ ولید نے پھر وہی خطبہ دہرایا کہ تم تو محض اصلاح چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کون اس کی چھت پر چڑھ کر اسے گرانے کی جرأت کرے؟ ولید نے کہا میں پہل کرتا ہوں چنانچہ وہ کدال لے کر دیوار پر چڑھ گیا اسی روز اس نے دونوں رکن گرا لئے، قریش نے کہا ہمیں اندیشہ ہے کہ اس پر عذاب نازل ہو گا، دوسرے روز ولید صحیح سلامت کام پر آیا تو قریش اس کے ساتھ مل کر کام کرنے پر راضی ہوئے۔ انہوں نے ابراہیمی بنیادوں تک کعبہ کو گرا دیا، کعبہ کے رکن کی بنیاد میں ایک پتھر ملا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا، کعبہ کے کنوئیں سے بھی شتر مرغ کے انڈے کے برابر دو مخطوطے ملے۔ ایک مکتوب کی عبارت کچھ اس طرح تھی:

''یہ اللہ کا عزت والا گھر ہے اور اس میں رہنے والوں کا رزق عبادت ہے۔ اس کے اہل میں سے کوئی اس کی بے حرمتی نہیں کرے گا'' یعنی اس کی حرمت کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرے گا۔''

اسی طرح رکن میں سریانی زبان کی ایک عبارت لکھی ہوئی ملی۔ جو پڑھی نہ جاتی تھی۔ ایک یہودی نے پڑھ کر سنائی: ''میں اللہ ہوں، بکہ کا مالک۔''

(ابن ہشام جلد 1 ص 195)

اس قسم کی اور بھی کئی تحریرات ملنے کا بھی ذکر ہے۔

کعبہ کو گرانے کے بعد تعمیر شروع ہوئی تو خرچ کم پڑ گیا چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ابراہیمؑ کی بنیادوں سے ہٹ کر چھوٹی عمارت بنا لی جائے چنانچہ انہوں نے کعبہ کے درمیان بنیاد ڈالی اس پر حجر اسود کا حصہ تعمیر کیا اور اس کے پیچھے حجر اسود میں چھ ہاتھ جگہ چھوڑ دی۔ کعبہ کا دروازہ بلند اور مضبوط بنایا گیا تا کہ اس میں سیلاب کا پانی داخل نہ ہو۔ نیز دروازہ تک سیڑھی سے چڑھا جائے اور اس طرح بغیر اجازت کوئی اندر داخل نہ ہو سکے گا۔ تعمیر کرتے ہوئے جب رکن تک پہنچے اور حجر اسود کے رکھنے کا وقت آیا تو اس متبرک پتھر کے رکھنے کے بارہ میں قبائل نے اختلاف کیا اور نوبت جنگ تک پہنچنے لگی۔ تب ابوامیّہ نے کہا کہ کل جو شخص اس راستہ سے سب سے پہلے آئے گا یا اس مسجد کے دروازہ سے سب سے پہلے داخل ہو گا اسے حکم تسلیم کیا جائے گا۔ دوسرے روز رسول اللہ ﷺ باب شیبہ سے سب سے پہلے داخل ہوئے۔ قریش نے مسجد کے دروازہ پر رسول اللہ ﷺ کو وہاں پاکر کہا: ''یہ امین ہے ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں'' آپ نے قضیہ سنا اور فرمایا: ایک کپڑا لاؤ۔ وہ سفید چادر لائے، رسول اللہ ﷺ نے اسے بچھا کر اس پر وہ 'پتھر' رکھا اور قریش کے چاروں قبائل میں سے ایک ایک آدمی بلایا، ان لوگوں نے چادر کے کونوں سے پکڑا اور حجر اسود کو دیوار تک لے گئے۔ رسول اللہ خود دیوار پر چڑھے۔ حجر اسود آپ تک پہنچایا گیا اور آپ نے دست مبارک سے اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس تعمیر میں کعبہ کی اونچائی کو 9 ہاتھ کی بجائے 18 ہاتھ کر دیا گیا۔ چھت مسطّح بنائی گئی اور چھ ستون دو قطاروں میں لگائے گئے۔ ستونوں پر انبیاء کی تصاویر بنائی گئیں۔ امکان ہے یہ تصاویر باقوم رومی عیسائی معمار نے بنائی ہوں گی۔ کعبہ کو یمنی چادروں سے غلاف پہنایا گیا اور مال واپس رکھا گیا۔ قریش کی تعمیر اور حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر میں 2645 سال کا فاصلہ ہے۔ قریش کعبہ کو سوموار اور جمعرات کو کھولا کرتے۔ کعبہ کے دربان مقرر تھے وہ جسے چاہتے اندر جانے دیتے۔

(تاریخ الکعبہ ص 49)

احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل قریش کی

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

تعمیر کعبہ اور حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ کی تعمیر کا ذکر ہے۔ قریش کی تعمیر کے بارہ میں حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کی روایت ہے کہ جب کعبہ کی تعمیر ہوئی تو حضرت عباسؓ اور رسول اللہ ﷺ پتھر ڈھونے لگے۔ عباسؓ نے بھتیجے (رسول اللہ ﷺ) سے کہا: اپنی تہ بند کندھے پر رکھ لیں ایسا کرنے پر آنحضرت ﷺ (مارے شرم کے) زمین پر گر پڑے، آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں اور فرماتے تھے میری چادر مجھے دے دو۔ چنانچہ آپ نے دوبارہ چادر باندھ لی۔

(بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب بنیان الکعبہ)

اس تعمیر کے متعلق آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، کیا تجھے معلوم ہے تیری قوم نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو انہوں نے ابراہیمؑ کی بنیادوں سے ہٹ کر اسے چھوٹا کر دیا، دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حجر کے حصہ کی دیواریں بیت اللہ میں شامل ہیں۔ فرمایا: ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی، قریش نے ان کو بیت اللہ میں شامل کیوں نہیں کیا تو فرمایا ’’تیری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا تھا۔‘‘ آپؓ نے عرض کی اس کا دروازہ بلند کیوں ہے۔ فرمایا: تیری قوم نے ایسا کیا ہے تا کہ جسے چاہیں داخل ہونے دیں جسے چاہیں روک لیں اور اگر تیری قوم نئی نئی جاہلیت سے نہ آئی ہوتی تو میں یہ دیواریں کعبہ میں شامل کر دیتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ان کے دل اسے عجیب سمجھیں گے کہ میں بیت میں (حجر کی) دیواروں کو شامل کر دوں اور اس کا دروازہ زمین کے ساتھ ملا دوں۔ نیز فرمایا ’’میں نئی تعمیر میں وہ چیزیں شامل کر دیتا جو اس سے نکال دی گئیں۔ اور میں اس (دروازے) کو زمین سے ملا دیتا اور دو دروازے ایک مشرق اور ایک مغرب کی طرف بناتا اور اس طرح ابراہیمؑ کی بنیادوں پر اسے مکمل کرتا‘‘۔

(بخاری کتاب المناسك باب فضل مکہ وبنیانها)

## بقیہ: حج، قربانی اور عیدالاضحیہ کا فلسفہ …… از صفحہ 11

اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12 تا 13)

پس حج کے فلسفہ میں ان باتوں کو یاد رکھ کر۔ پھر ساری عمر ان اصولوں کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔

عیدالاضحیہ یہی نہیں ہے کہ انسان عید کی نماز پڑھ لے اور پھر قربانی کرے اور عزیز و اقارب اور دوستوں کے ساتھ دعوت اڑا لے۔ گوشت تو انسان عام دنوں میں بھی کھا لیتا ہے اور خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان قربانیوں کے گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا۔ جو بات خدا کو پہنچتی ہے وہ تمہارا تقویٰ ہے اور یہ کہ کس قدر تم اپنے ہوائے نفس کو ذبح کرتے ہو اور خدا کو مقدم رکھتے ہو۔

ایک اور بات کہہ کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور دراصل اس عید سے اور قربانیوں سے جو ایک اور خاص سبق ہمیں ملتا ہے وہ تربیت اولاد کا ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور حضرت ہاجرہؑ نے اپنے بچے حضرت اسماعیلؑ کی تربیت کی کہ وہ خدا کے لئے اپنے آپ کو قربان کرانے کے لئے تیار ہو گیا اور چھوٹی عمر ہی سے اس نے ایسا تعلق خدا سے باندھا کہ وہ خدا کی خاطر جان دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس طرح ہم بھی خدا کی رضا کی خاطر بچوں کے اندر خدا کی محبت پیدا کریں۔ انہیں دین کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے تیار کریں اور سب سے بڑی بات اور جس کا اہم تقاضا اس وقت ہے وہ یہ ہے کہ انہیں دین سکھائیں۔

حضرت اسماعیلؑ کو دین کس نے سکھایا۔ خدا سے محبت کرنا کس نے سکھایا۔ ان کی بزرگ والدہ اور بزرگ والد، ہر دو نے اپنا عملی نمونہ پیش کیا اور درست تربیت فرمائی۔ جس کی وجہ سے وہ تینوں خدا کے حضور مقبول ٹھہرے اور قیامت تک کے لئے ان کی قربانیوں کو ایک نمونہ اور مشعل راہ ٹھہرا دیا گیا اس لئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور بچوں کی تربیت کریں۔ اس زمانے میں جبکہ مادی دور ہے اور سب دنیاداری کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور دنیاداری میں کامیابی کے خواہاں ہیں۔ والدین اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی برت رہے ہیں جو کہ تربیت اولاد ہے۔

حضرت ہاجرہؑ جس طرح حضرت اسماعیلؑ کی جسمانی زندگی کو بچانے کیلئے پانی کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگیں اور چکر لگائے کبھی ناہموار زمین پر تو کبھی پہاڑی کی چوٹی پر بے سروسامانی کے عالم میں وہ ہر کام بھول گئیں مگر بچے کی جان بچانے کے لئے ہر تکلیف گوارہ کر لی۔ اور خدا کو ان کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ نہ صرف پانی کا چشمہ وہاں سے نکال دیا بلکہ قیامت تک کے لئے آپ کی اس ادا کو سنت بنا کر محفوظ کر دیا کہ ہر ایک حج پر جانے والا اس طرح دوڑے۔ اسی طرح چلے، اسی طرح پہاڑی پر چڑھے۔ جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ماں کو اپنے بچوں کی روحانی زندگی بچانے کیلئے بہت تگ و دو کی ضرورت ہے، بہت قربانیوں اوران تھک محنت کی ضرورت ہے۔ ماؤں کے لئے یہ سب سے بڑا جہاد ہے کہ ان کے بچے باخدا بچے بن جائیں۔ اور یہ تبھی ممکن ہے جب ماؤں کے دلوں میں حضرت ہاجرہؑ والا دل دھڑکے اور وہی لگن ان کے دلوں میں ہو۔ خدا کرے ہماری مائیں اس بات کو سمجھ جائیں۔

# چھوٹی مگر سبق آموز بات

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے روز خطبہ میں صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سنو! تمہارے اموال، تمہارے خون اور تمہاری آبروئیں اسی طرح قابل احترام اور مستحق حفاظت ہیں اور ان کی ہتک تمہارے لئے حرام ہے جس طرح یہ دن (عرفہ)، یہ شہر (مکہ) اور یہ مہینہ (ذی الحجہ) تمہارے لیے قابل احترام اور لائق ادب ہے اور جس کی ہتک تم پر حرام ہے۔ اور پھر فرمایا یہ کہ میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور اس پیغام کو حاضرین، غائبین کو پہنچا دیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو اور خونریزی کا ارتکاب کرنے لگو۔

(حدیقۃ الصالحین از حضرت ملک سیف الرحمٰن صفحہ 333)

آج مبلغ اعظمؐ کے اس پیغام کو اپنی زندگیوں میں لاگو کر کے خود بھی پرامن شخصیت بننا ہے اور غیروں تک بھی اس پیغام کو پہنچانے کی ضرورت ہے۔ تا اسلامی دنیا و معاشرہ دوسروں کے لئے امن و سلامتی کا پیغام بن جائیں۔

## طلوع و غروب آفتاب

14 جولائی 2021ء

| | طلوع فجر | غروب آفتاب |
|---|---|---|
| مکہ مکرمہ | 04:20 | 19:06 |
| مدینہ منورہ | 04:12 | 19:13 |
| قادیان | 03:56 | 19:36 |
| ربوہ | 03:36 | 19:15 |
| اسلام آباد ٹلفورڈ | 03:35 | 21:13 |